رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۳

ڈولوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ✣ تو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۴ بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۰۵ء نمبر ۱

فہرست مضامین

پردہ ۱-۳۸

اسلامی پردہ کے حدود ۱

پردہ پر بعض اعتراضوں کا جواب - ۱۷

نوٹ اور ریویو ۳۸-۴۴

نیوگ ۳۸

وہ کیا چیز ہے جو عیسائیوں کو اسلام میں نظر نہیں آتی - ۴۰

یہودیوں میں دھرّیت ۴۱

چند روزہ نکاحوں کی تجویز ۴۲

چندہ سالانہ ..... عگہ

www.aaiil.org

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ✤ لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

مذاہبِ عالم پر نظر

جلد ۴

از جنوری ۱۹۰۵ء لغایت دسمبر ۱۹۰۵ء

ایڈیٹر..... محمد علی

مقام اشاعت - دارالامان قادیان ضلع گورداسپور

قیمت عہ - باہتمام چودھری اللہ داد میگزین پریس میں منیجر میگزین کیلئے طبع ہوا

www.aaiil.org

فہرست مضامین ریویو آف ریلیجنز جلد ۴

پردہ - ۱-۳۸ و ۴۵-۶۴ و ۱۶۵ و ۲۱۳-۲۳۸

۱- حدود پردہ - پردہ اور تعلیم - ۱- آیت پردہ ۳- مفہوم زینت - ۴- مفہوم الا ما ظہر منہا - ۴- نماز میں پردہ - ۶- غض بصر کے حکم سے استدلال - ۷- اوڑھنی کا طریق - ۹- سورہ احزاب کی آیات متعلق امہات المؤمنین - ۱۰- گھر کے اندر پردہ - ۱۳- کلام اور روایت حدیث - ۱۴- صحابہ کی عورتوں کی حالت - ۱۵ ابتدائے تشدد - ۱۵- حضرت مسیح موعود کا فتویٰ - ۱۷-

۲- اعتراضوں کا جواب - فتنے کا اندیشہ - ۱۸ عوام کیخالت - ۱۹- مروجہ پردے کے نقص - ۲۰- حصول تعلیم میں رکاوٹ - ۲۱- اسلام میں عورت کے حقوق ۲۲ پردہ بے اعتباری کا نتیجہ نہیں بلکہ احتیاط ہے - ۲۴- مسلمان عورتوں کا مقابلہ دوسری عورتوں سے - ۲۸- مردوں اور عورتوں کے میل جول کی خوشی سے محرومی - ۲۹- مبادی زنا - ۳۲- عورتوں کے مردوں کے ساتھ تبادل خیال سے محرومی - ۳۵- عورت کے اصلی فرائض - ۳۶-

۳- پردہ کی ضرورت - مغربی عورتوں کا طریق ۴۵ ابتدائے پردہ - ۴۷- مردوں کی فوقیت - ۴۹- ضرورت وقت - ۵۰- پردہ کا فلسفہ اور ضرورت - ۵۳- بے پردگی کے نقص مغربی سوسائٹی میں - ۵۵- انگلستان میں شرابخوری ۵۵- مغربی عورتوں میں کثرت شرابخوری - ۵۷- ٹمپرنس سوسائیٹیوں کی ناکامی - ۵۸- زناکاری کی کثرت - ۵۹ یورپ میں ولدالحرام بچوں کی تعداد - ۶۰- زناکاری کا معمولی نظر سے دیکھا جانا - ۶۱- نکاح سے نفرت - ۶۲ قرآن کریم کی تدبیر اصلاح - ۶۳- پردہ کے نہ ہونیکا ایک نقصان - ۱۶۵- یورپ میں زنا کی پسندیدگی - ۲۱۳ یورپ امریکہ جاپان وغیرہ میں زنا - ۲۱۷- واقعات موید پردہ - ۲۲۴- رواج پردہ سے مغرب میں کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں - ۲۲۷- پردہ محافظ عفت ہے ۲۲۹

تعدد ازواج ۸۱-۸۶ و ۹۱-۱۰۴ و ۱۳۱-۱۶۰ و ۱۷۱-۱۸۵ و ۲۱۳-۲۳۸ -

مارمنوں میں تعدد ازواج - ۸۱- قوانین مانع تعدد ازواج ۸۲- بائبل سے ثبوت تعدد - ۸۳- تعدد ازواج برا ہے یا زنا - ۸۵- تعدد کے فوائد ۸۶- تعدد ازواج اور زناکاری کے متعلق یورپ کا خیال - ۹۱-

تعدد ازواج کی ضرورت - نکاح کے اغراض ۹۲ فطرتی تقاضا - ۹۲- اسکو پورا کرنیکا ذریعہ - ۹۳- حفاظت تقویٰ - ۹۴- ممانعت کے نتائج اور راستبازوں کی شہادت - ۹۵- عورت اور مرد کی عمر کا اختلاف - ۹۶ عورتوں کے تعداد میں مردوں کی نسبت زیادتی کے بعض اسباب - ۹۷- ممالک یورپ میں عورتوں کی زیادتی مردوں پر - ۹۸- تعدد ازواج کی ضرورت کے اور اسباب - ۹۹ نسل انسانی کا بقاء - ۹۹- تعدد ازواج کی ممانعت کے نقصان - ۱۰۰- ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونیکو تعدد ازواج سے کوئی مناسبت نہیں - ۱۰۰- اول الذکر رسم وحشیانہ ہے ضرورت پر مبنی نہیں - ۱۰۲- مرد و عورت میں قدرتی امتیاز - ۱۰۳- طریق انبیاء - ۱۰۳- یورپ میں مروجہ قوانین نکاح سے بیزاری - ۲۱۳- یورپ کا احساس کہ بدکاری دور کرنے کے لئے تعدد ازواج ضروری ہے - ۲۱۴- اسکے بالمقابل تجاویز - ۲۱۵- تعدد ازواج کی ممانعت بدکاریوں کے پھیلنے کا باعث رہی - ۲۱۶ قدیم رومیوں میں - ۲۱۶- یونان میں - ۲۱۷- ہالینڈ میں - ۲۱۸- جاپان میں - ۲۱۸- ہسپانیہ میں اور فرانس میں - ۲۱۹- پیرس - پرتگال - اسٹریا ہنگری سویڈن اور ناروے میں ۲۲۰ (تبدیل ازواج - ۲۲۲) امریکہ میں ۲۲۲- امریکہ میں عورتوں کی تعداد کی زیادتی - ۲۲۴ واقعات موید تعدد ازواج - ۲۲۵- کیا زاید عورتوں کی ضرورتیں بغیر خاوند بنکے پوری ہو سکتی ہیں - ۲۳۱- مردوں کی ضروریات - ۲۳۵- مغرب میں ضرورت تعدد ازواج کو ماننے والے - ۲۳۵- عیسائیوں میں ممانعت تعدد ازواج کیونکر مروج ہوئی - ۲۳۶-

اسلام میں تعدد ازواج - عام دلائل - ۱۳۱ اسلام کی تعلیم کی اصلی غرض - ۱۳۱- ممانعت شراب

سے شہادت - ۱۳۳ - تعدد ازدواج کی اجازت کے متعلق دو رائیں - ۱۳۴ - تعدد ازدواج کے رواج کی حد ۱۳۵ - اسلام نے کسقدر بدیوں کو دور کیا - ۱۳۵ حیوانی جذبات کے محرکات اور اسلام میں ان کا علاج - ۱۳۸ - عورتوں کے حقوق - ۱۴۱ - قرآن شریف نے تعدد ازدواج کی بنا کیا رکھی ہے - ۱۴۲ - نکاح کی اصل غرض تقویٰ - ۱۴۳ - نسل انسانی کے بقا کی ضرورت - ۱۴۶ - اجازت تعدد ازدواج والی آیت ۱۴۷ - کسوقت جائز ہے - ۱۴۷ - بلا ضرورت جائز نہیں - ۱۴۸ - مملوکہ عورتیں - ۱۵۰ - عورتوں کے حقوق کی نگہداشت - ۱۵۱ - بلا ضرورت تعدد ازدواج کرنیوالے کے لئے روکیں - ۱۵۲ - ابتدائی اسلامی سوسائٹی میں بلا ضرورت تعدد ازدواج جائز نہ تھا ۱۵۴ - آنحضرتؐ کی غرض تعدد ازدواج میں - ۱۵۵ آپ نے نکاح کن حالات کے ماتحت کئے - ۱۵۶ - ملکی تعلقات اور وحدت کی اغراض - ۱۵۸ - زینب کے نکاح پر باسورتھ سمتھ کی رائے - ۱۵۹ -

تعدد ازدواج پر اعتراضوں کا جواب غلط فہمی کا ازالہ - ۱۷۱ - تعدد فرض نہیں - ۱۷۲ - زوج واحد کے قاعدہ کی عمومیت - ۱۷۳ - سوسائٹی کا فائدہ ۱۷۴ - تعدد ازدواج محرک جذبات نہیں - ۱۷۵ تعدد ازدواج کا نیک اثر عورت کی حیثیت پر - ۱۷۸ کیا تعدد ازدواج سے قوم کمزور ہو جاتی ہے - ۱۷۹ تعدد ازدواج کے رواج کا نیک اثر - ۱۸۰ - اخیری ریمارک - ۱۸۳ - تعدد ازدواج پر ایک دہریہ کے خیالات ۲۷۴

طلاق - ۲۵۳ - ۲۷۳ -

طلاق کے بارہ میں مذہبی اجارت - ۲۵۳ - رومیوں میں طلاق - ۲۵۳ - بانی عیسویت کی ہدایت طلاق کے متعلق - ۲۵۴ - زنا کے معنوں پر اختلاف - ۲۵۴ یہودی شریعت کے نقص کو مسیح نے رفع نہیں کیا - ۲۵۴ اسلام کی مقابل قومیں - ۲۵۶ - طلاق کی ضرورت کا عام احساس - ۲۵۶ - انگلستان میں موجبات طلاق - ۲۵۶ - سکاٹلینڈ پرشیا - ڈنمارک - سویڈن روس - اطالیہ - فرانس میں موجبات طلاق - ۲۵۷ ریاستہائے امریکہ میں موجبات طلاق - ۲۵۸ - اس اختلاف سے شہادت کہ حد بندی موجبات طلاق کی نہیں ہو سکتی - ۲۵۸ - طلاق کے بارہ میں اسلام کی سب سے بڑی اصلاح - ۲۵۹ - اسلام میں طلاق کی طرف رجوع نہ کرنیکی ترغیب - ۲۶۰ - حکومت کا دخل معاملات طلاق میں - ۲۶۱ - لعان - ۲۶۱ - آنحضرتؐ کا طلاق دینے سے روکدینا - ۲۶۲ - حکموں کا تقرر - ۲۶۲ - طلاق میں ضابطہ - ۲۶۳ - تقویٰ خود طلاق کے بد استعمال سے مانع ہے - ۲۶۴ - طلاق کو تسریح باحسان کیوں کہا - ۲۶۵ - اس سے طلاق کے موجبات اور اسکی اصلیت پر شہادت - ۲۶۶ - طلاق کی اصل ضرورت ناموافقت ہے - ۲۶۸ - احادیث سے شہادت کہ طلاق بلا وجہ جائز نہیں - ۲۶۹ - عورت کا طلاق حاصل کرنیکا حق - ۲۷۰ - انگلستان میں طلاق کی عدالتوں کے کارنامے - ۲۷۲ -

غلامی ۲۹۱ - ۳۰۹ و ۳۳۱ - ۳۴۲ و ۳۶۵ - ۴۳۷ و ۴۴۵ - ۴۶۲ -

اسلام سے پہلے غلامی کیحالت - سوسائٹی کی ترقی کے ابتدائی مرحلوں میں غلامی ضروری تھی - ۲۹۱ جنگوں کی ضرورت - ۲۹۲ - یہودیوں میں اسیران جنگ کا قتل - ۲۹۲ - تدریجی ترقی اور اسیران جنگ کا غلام بنانا - ۲۹۳ - اسرائیلی شریعت میں غلاموں سے سلوک - ۲۹۳ - یونانیوں اور رومیوں میں غلامی - ۲۹۴ - عیسائی مذہب کی خاموشی - ۲۹۵ غلامی کی قباحتیں اور اسلامی علاج - ۲۹۷ -

اسلام میں غلاموں سے سلوک - یورپ میں غلامی کا نام نہ سہی مگر حقیقت موجود ہے - ۲۹۸ - قرآن شریف کی تعلیم - ۲۹۹ - احادیث - ۳۰۰ عملی نظائر آنحضرتؐ اور صحابہؓ کی زندگی میں - ۳۰۴ - آجکل اسلامی ممالک میں سلوک اور عیسائیوں کی گواہی - ۳۰۸ -

غلاموں کی تدریجی آزادی کے احکام - کل غلاموں کو یکدفعہ آزاد کر دینے کے نقصان - ۳۳۱ - کون سے غلام پہلے آزاد کئے جاویں اور ان علمتم فیہم خیرا کی تفسیر - ۳۳۲ - آنحضرتؐ کا نمونہ - ۳۳۴ - غلاموں سے احسان کے حکم کی اصل غرض کیا تھی - ۳۳۵

آزادی کے متعلق قرآن شریف کے احکام - ۳۳۵ گناہوں کے کفارہ میں آزادی - ۳۳۶ - حدیثوں میں آزادی کے احکام - ۳۳۶ - غلام کو آزادی حاصل کرنیکا حق ۳۳۷ غلاموں کی آزادی کے لئے چندی کی تاکید - ۳۳۸ آنحضرتؐ اور صحابہؓ کا عمل - ۳۳۹ - ایران جنگ کی آزادی کے احکام - ۳۴۰ - دو قسم کے غلام اور دونو کے حسب حال آزادی کے الگ الگ احکام - ۳۴۱ -

غلام بنانیکا رواج - مجبوری اور علاج - ۳۶۵ غلام بنانے اور فروخت کرنیکا کوئی حکم قرآن شریف یا حدیث میں موجود نہیں - ۳۶۶ - آزاد کو غلام بنانیکی مذمت ۳۶۶ - جنگ کی مجبوری - ۳۶۸ - بدر کے قیدی - ۳۶۹ ایران جنگ کی رہائی کا حکم ۳۶۹ - مقامی اور عارضی مستثنیات - ۳۷۰ - نزول حکم کا وقت اور اس سے پہلے آنحضرتؐ کا اسیروں کو رہائی دینا - ۳۷۰ - دو جنگوں میں الگ طریق - ۳۷۱ - اسکی اصل وجہ - ۳۷۲ - بنی قریظہ کے معاملہ میں آنحضرتؐ پر یا سعد ابن معاذؓ پر کوئی الزام نہیں - ۳۷۲ - مسلمانوں کے پاس غلام بہت کم تھے - ۳۷۳ -

لونڈیوں کے متعلق احکام - پادریوں کی افترا پردازی ۴۴۵ - یہودی شریعت میں لونڈیوں کے احکام اور عیسائی مذہب کا ان کو تسلیم کرنا - ۴۴۵ - پوپوں کا لونڈیاں گھر میں رکھنے کی اجازت دینا - ۴۴۶ - کسبیوں کے پیشہ کی ممانعت توریت میں ہے نہ انجیل میں - ۴۴۷ عیسائی اقوام میں کسبیوں کا پیشہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے ۴۴۷ - لاٹ پادریوں کی اجازت سے چکلوں کا کھولا جانا - ۴۴۸ - یورپ کے ممالک میں کسبیوں کا پیشہ ترقی پر ہے - ۴۴۸ - عیسائی مذہب کے قوانین یا عیسائی اقوام کا عمل - ۴۴۹ - عیسائیوں کا قول کہ کسبیوں کا ہونا ضروریات انسانی سے ہے اور اسکا علاج کوئی نہیں ۴۴۹ - علاج - ۴۵۰ - مسلمان ممالک میں لونڈیوں سے تعلق از قسم نکاح ہے - ۴۵۱ - لونڈی اور محبوبہ یا کسبی میں فرق - ۴۵۱ - لونڈیوں کے نکاح اور لونڈیوں سے نکاح کے احکام قرآن شریف میں - ۴۵۳ - ۴۵۱ **علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم** کی تفسیر ۴۵۴ دلائل نکاح - ۴۵۵ - او ما ملکت ایمانکم سے مراد منکوحہ لونڈیاں ہیں اسکے نظائر - ۴۵۸ - احادیث کی شہادت - ۴۵۹ - مملوکہ اور آزاد عورت میں اصل امتیاز - ۴۶۰ - آنحضرتؐ کا عمل - ۴۶۱ - دوسری شہادتیں - ۴۶۲ -

اسلام (بجواب پادری سیل) - ۲۷۳ - ۲۸۵ و ۳۰۹ - ۳۲۴ و ۳۳۴ - ۳۶۲ و ۳۷۴ - ۳۹۴ و ۴۰۵ ۴۲۶ -

سیل کا اعتراض کہ زمانہ قبل اسلام کو ایام جاہلیت نہیں کہنا چاہیئے - ۲۷۴ - شاعری تہذیب کا معیار نہیں ۲۷۵ - بعض عمدہ صفات اور بالمقابل تاریکی - ۲۷۵ علوم اور فنون کی پولیٹکل حالت - ۲۷۶ - جاہلیت کا اصل مفہوم - ۲۷۷ - تمدنی اور اخلاقی حالت - ۲۷۷ مذہبی عقائد - ۲۷۸ - عیسائیت کا اثر - ۲۷۹ - آیا عرب تبدیلی کے لئے ایسا طیار تھا کہ بغیر آنحضرتؐ کے ظہور کے ایسی تبدیلی واقع ہو جاتی - ۲۸۰ - یہود اور عیسائیوں کی کوششیں - ۲۸۱ - میور کا اقرار - ۲۸۳ - آنحضرتؐ اور دوسرے مصلحان عرب میں فرق - ۲۸۴ - قرآن شریف اُس زمانہ کا نام ایام جاہلیت رکھتا ہے - ۳۱۰ - آنحضرتؐ کی صداقت پر ایک لطیف دلیل - ۳۱۲ - یہود جنکی اصلاح کے لئے مسیح مبعوث ہوئے انکا مقابلہ عرب سے - ۳۱۳ - دونوں نبیوں کے ذریعہ جو تبدیلی ہوئی اسکا مقابلہ - ۳۱۴ - تبدیلی کی ہر پہلو سے تکمیل ۳۱۵ عرب کی اسلام سے اول اور بعد کی حالت کا مقابلہ قرآن شریف سے - ۳۱۶ - اس تبدیلی کی نظیر نہیں ۳۱۷ مسیح نے یہود کو کس حالت میں پایا اور کیا تبدیلی کی ۳۱۸ - صحابہ کی استقامت کا حواریوں سے مقابلہ ۳۲۰ - تبدیلی صحیح معیار صداقت و فضیلت - ۳۲۲ پادریوں کی تحریروں میں دہریت کا رنگ - ۳۲۲ پادری صاحب کا حملہ اپنے مذہب پر - ۳۲۳ - وسعت اور عمومیت کے لحاظ سے اسلام اور عیسائیت کی تعلیم کا مقابلہ - ۳۲۴ - مسیح کی تعلیم طلاق کے متعلق اور عیسائیوں کا عمل - ۳۲۵ - آنحضرتؐ کی لانظیر استقامت اور میور کا اقرار - ۳۲۷ - قریش کو خطرہ - ۳۲۸ - اُنکی ایذا رسانی - ۳۲۸ - خاندانی

حیثیت اور اسکا اثر - ۳۵۰ - ابوطالب کی حفاظت کہانتک کارگر ہوسکتی تھی - ۳۵۱ - ابوطالب کا اقرار اشعار میں - ۳۵۲ - اوّل المؤمنین کون تھے - ۳۵۲ - مسیح کا مقابلہ - ۳۵۴ - حواریوں کی بیوفائی سے کیا نتیجہ نکلتا ہے - ۳۵۴ - ابوطالب کی موت کے بعد - ۳۵۵ قریش کا عتبہ بن ربیعہ کو آنحضرت کے پاس بھیجنا - ۳۵۷ قریش کا ابوطالب کے پاس جانا - ۳۵۷ - آنحضرت کا جواب - ۳۵۸ - صحابہ کی تکالیف کا غم - ۳۵۸ جب سے بڑا غم - ۳۵۹ - مخلوق کی بہتری کا جوش - ۳۶۰ آنحضرت پر بت پرستی کی طرف رجوع کرنیکا افترا ۳۶۱ روایت کو ملنے والے مسلمانوں میں - ۳۷۵ - تردید کرنیوالے محققین - ۳۷۶ - خلاصہ قصہ - ۳۷۸ - وضعی ہونے کے دلائل - ۳۷۹ - میور کا اقرار کہ ایک حصہ وضعی ہے - ۳۷۹ - حبشہ میں خبر کیا پہنچی - ۳۸۰ قرآن کریم کی نجم سے اول اور بعد کی سورتوں سے قصہ کے وضعی ہونے کی شہادت - ۳۸۲ - سورہ والنجم کی شہادت قطعی - ۳۸۵ - قرآن کریم سے اور شہادت - ۳۸۹ - کفار کے سجدے کی اصل وجہ - ۳۹۰ قرآن کا اعجاز - ۳۹۲ - القی الشیطن فی امنیتہ کی تفسیر - ۳۹۳ - پادریصاحبان کی دوہری افترا پردازی ۴۰۵ - سیل کی کہانی متعلق انکار معجزات - ۴۰۷ - یہود کے مسیح پر اعتراض کا سرقہ - ۴۰۸ - مسیح کا اپنے مخاطبین سے سلوک - ۴۰۹ - بت پرستوں کے حامی - ۴۱۰ سورہ علق میں پیشگوئی - ۴۱۱ - القلم اور المدثر میں - ۴۱۳ - کفار کو تاکامیوں اور عذاب کے وعدے ۴۱۴ - ثبوت ہستی باریتعالی و ثبوت جزا و سزا جو آنحضرت نے دیا - ۴۱۶ - بدکاروں اور نیکوں کو الگ الگ وعدے - ۴۱۹ - معجزے دکھائے گئے - ۴۲۱ مخالفین کا اقرار - ۴۲۱ - صحابہ کی استقامت - ۴۲۲ آپ کی کامیابی - ۴۲۳ - قرآن شریف کا دعوی کہ معجزے دکھائے گئے - ۴۲۴ - ان آیتوں کی تفسیر جنسے انکار معجزات نکالا جاتا ہے - ۴۲۵ -

الدجّال ۴۲۷ - ۴۴۳ -

پیشگوئی کے ماخذ اور حقیقت - ۴۲۷ - اجتہادی غلطی ۴۲۸ - علامات دجّال - ۴۳۱ - پیشگوئی کا پورا ہونا ۴۳۴ - سورہ کہف کی پہلی آیات - ۴۳۵ - قرآن شریف کے رُو سے فتنۂ اکبر - ۴۳۵ - تمیم داری کا رؤیا ۴۳۹ - مکاشفات - ۴۴۰ - کسر صلیب - ۴۴۰ آخری زمانہ کے علامات - ۴۴۱ - قرآن شریف سے ثبوت کہ دجّال کون ہے - ۴۴۲ - دجّال گروہ کا نام - ۴۴۳ - قتل دجّال - ۴۴۳ -

رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۹۰ و ۱۳۰ و ۱۷۰ و ۲۱۱ و ۲۵۱ و ۲۹۰ و ۳۳۰ و ۳۶۳ و ۴۰۲ و ۴۴۴ و ۴۸۰ -

متفرق مضامین

نیوگ - ۳۸ - وہ کیا چیز ہے جو عیسائیوں کو اسلام میں نظر نہیں آتی - ۴۰ - یہودیوں میں دہریت - ۴۱ چند روزہ نکاحوں کی تجویز - ۴۲ - عظیم الشان خوشخبری ۴۴ - نقل فیصلہ عدالت اپیل بمقدمہ مرزا صاحب ضمیمہ نمبر ۱ - مسلم ریفارم کے نماز پر حملوں کا جواب ۶۴ - عیسائیت کے فرقہ مارمن کے اعتقاد - ۷۷ کیا قرآن شریف تاریخ کے خلاف کہتا ہے - ۸۶ - آریہ سماج کی سخت زبانی - ۱۰۴ - یہودیوں اور عیسائیوں کا اتحاد - ۱۱۱ - ایک عیسائی گورنمنٹ اور مسلمان - ۱۱۹ الوصیت - ۱۲۶ - بنی اسرائیل کی گم شدہ اقوام - ۱۶۰ کیا حضرت مسیح بیوی رکھتے تھے - ۱۶۲ - الدعوت ۱۶۷ الانذار - ۱۶۸ - آریہ سماج کے اغراض نکاح - ۱۸۵ زلزلہ کا دھکہ - ۱۹۵ - کیا یسوع کی موت انشقاق القلب سے واقع ہوئی تھی - ۲۰۳ - نیا عہدنامہ - ۲۰۷ - الندا من وحی السماء - ۲۳۸ - زلزلہ کی خبر بار سوم - ۲۴۳ ضروری گذارش لائق توجہ گورنمنٹ - ۲۴۴ - مہذب ممالک کی عورتوں کا لباس - ۲۴۸ - برہمو سماج کی ناکامی ۲۸۶ - مشنری اخبار - ۲۸۷ - انگلستان میں اخلاق اور مذہب کا زوال - ۳۲۴ - زلزلوں کی پیشگوئیاں ۳۲۸ کیا کلیسیا کے عہدیدار بائبل کی حقانیت پر بحث کرسکتے ہیں ۳۶۲ - ایک نیا معترض - ۳۹۴ - مسیح موعودؑ کے متعلق ایک پادری کے خیالات - ۴۰۱ - عصر جدید کا بیوجہ جوش اور سلسلہ احمدیہ کی اصلی غرض - ۴۶۳ - امریکہ کا جھوٹا -

صرف تفسیر القرآن - ۲۵۰ - تاویل القرآن - ۴۷۰ - مقدمہ معجزات مسیح - ۴۷۶ -

کتابیں جنیریو لوگ گیا - اختیار الاسلام - ۲۱۱ - ۳۴۳ - ۴۷۸ - تعدد ازدواج اور طلاق پر ایک دہریہ کے خیالات - ۴۷۷ -

نوٹ دوئی

اعلان

وقت کی قدر و قیمت یا تو وہ دنیا دار کر سکتے ہیں جن کو بعض امور وقت مقررہ پر کرنے پڑتے ہیں یا دیندار جو نماز کی پابندی کی قدر کرتے اور سمجھتے ہیں کہ نماز وقت فرض کی گئی ہے غبار وابر کے دن شناخت وقت نماز میں اور تہجد خوان کو تعین وقت آخری شب میں اور مریض شب بیدار کو رات کی درازی و کوتاہی غیر معلوم ہونے میں اور ریلوے مسافر کو ریلوے ٹائم سے پچھڑنے میں اور درس و کلرک کو سکول و دفتر کے وقت سے پیچھے رہ جانے میں بسا اوقات سخت دقتیں پیش آتی ہیں۔ آجکل خدا تعالےٰ نے محض اپنے فضل و امتنان سے گھڑی کا ایجاد انسانی ہاتھوں سے کرا کر ان ساری دقتوں کو رفع کر دیا ہے۔ اگر توفیق رفیق ہو تو گھڑی جیسا رفیق مومن کیلئے خداداد نعمتوں سے کوئی نہیں ہے۔ ہم نے اس غرض سے ایک عمدہ و آہنی کارخانہ کے معتبر ایجنٹ کے ذریعہ عمدہ و پائدار گھڑیاں منگوائی ہیں۔ جس کو مضبوط و پائدار گھڑی کی ضرورت ہو ہم سے بذریعہ وی پی منگوالے ہر گھڑی کے ہمراہ شیشہ و کمانی زائد اور گارنٹی بلیگی محصول ہمارے ذمہ ہے۔ گھڑیوں کی فہرست بطور اختصار حسب ذیل ہے درخواست بحوالہ نمبر گھڑی آنی چاہئے

گھڑی نمبر (۱) نئی وضع مضبوط پرزے پختہ گارنٹی ۴ سال وقت صحیح بتاتی ہے۔ قیمت اعلےٰ ۸ عدد۔ ادنےٰ ۷ عدد

گھڑی نمبر (۲) ریلوے ریگولیٹر رنگدار ڈائل خوبصورت گارنٹی ۵ سال۔ قیمت ۱ عدد۔ نور دے آٹھ آنہ

گھڑی نمبر (۳) خوشنما پرزے پختہ نیا فیشن قابل دید ہے گارنٹی ۶ سال قیمت ۱ عدد اس روپیہ

گھڑی نمبر (۴) خالص چاندی کی جنیوا واچ خوبصورت گارنٹی ۶ سال قیمت اعلےٰ ۱۵ ادنےٰ ۱۴ عدد

جملہ درخواستیں گھڑی کے متعلق بنام محمد فضل خان چنگوی احمدی مقام قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں

ضروری اطلاع

رسالہ نور الدین جسمیں فاضل مصنف نے بعد نظر ثانی کئی قدر اضافہ کیا ہے خوشخط و عمدہ کاغذ پر چھپ کر تیار ہے قیمت علاوہ محصول ڈاک ۰۸ ر ہے۔ درخواستیں اس پتہ پر ہوں

سیٹھ عبد الاحد ہدایت اللہ جنرل مرچنٹ و کمیشن ایجنٹ کٹڑہ جمیل سنگھ امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

پردہ

اسلامی پردہ کے حدود

پردہ کا سوال اس وقت ہر طرف پوچھا جارہا ہے لیکن جہانتک ہم نے غور کیا ہے اِس مضمون پر باوجود کثرت مباحثات کے پوری روشنی نہیں ڈالی گئی ہے۔ اور نہ ہی مذہبی پہلو سے اس پر سیر کن بحث ابتک ہوئی ہے۔ جیساکہ ہم نے گذشتہ نمبر میں ذکر کیا تھا ہندوستان میں ایک طرف تو وہ مسلمان موجود ہیں جو خیال کرتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی دُنیوی ترقی اُنکی عورتوں کی بے پردگی کے ساتھ بطور لازم ملزوم کے وابستہ ہے۔ لیکن ہم ابھی تک اس تعلق کے ثبوت کے منتظر ہیں۔ اور وہ دلائل سننا چاہتے ہیں جن پر یہ دعوے مبنی ہے۔ دوسری طرف اہل اسلام کا وہ فریق ہے جن کے خیال میں ہندوستان کا مروجہ پردہ صحیح اور اسلامی پردہ ہے۔ اور اُن کے نزدیک ایک سرمو کے برابر بھی اس سے انحراف کرنا دائرہ اسلام سے خارج ہونا ہے گویا فریق اول تو اسی امر پر مصر ہے۔ کہ جس آزادی اور بیقیدی سے یوروپ کی عورتیں غیر محرم مردوں کے سامنے آتی جاتی اور اُن سے ملتی جلتی ہیں ویسی ہی آزادی ہندوستان میں مسلمان عورتوں کو بھی دینی چاہئے اور فریق ثانی اس بات کا خواہاں ہے۔ کہ عملی طور پر عورتوں کو باہر نکلنے سے یا کاروبار کرنے سے قطعاً ممانعت ہونی چاہئے سچی بات یہ ہے کہ عورتوں کی تعلیم اور ترقی کو اُن کے غیر محرموں کے ساتھ میل جول رکھنے اور بیقیدی سے باہر پھرنے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انگلستان اور یورپ کے بہت سارے دوسرے ملکوں میں عورتیں کبھی مستور نہیں رہیں لیکن اس کا یہ نتیجہ نہیں ہوا کہ ابتدا سے ہی ان ممالک کی عورتوں نے علوم میں ترقی حاصل کرلی ہو۔ بلکہ اُن کے درمیان تعلیم کا رواج بہت تھوڑے عرصہ سے شروع ہوا ہے اگر ہندوستان کی مسلمان اقوام کو ہی دیکھا جاوے تو اُن میں ۸۰ فیصدی ایسے لوگ ہونگے جو پردہ کے پابند نہیں لیکن کیا یہ سچ ہے کہ ان قوموں نے جن میں پردہ کا رواج نہیں پردہ کی پابند اقوام کی

نسبت علوم اور تہذیب میں بڑھ کر ترقی حاصل کر لی ہے ہرگز نہیں بلکہ برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اگر کچھ ترقی ہندوستان کے مسلمانوں نے کی ہے تو صرف انہیں لوگوں نے جو پردہ کے پابند ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ پردہ کا رواج مسلمانان ہند کے اعلےٰ طبقات میں ہی پایا جاتا ہے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے نئی تہذیب اور تعلیم کی روشنی سے زیادہ فائدہ اٹھایا ہے۔ پردہ کی منسوخی کے مجوزوں کے دلائل اس وقت دلکش معلوم ہو سکتے تھے جبکہ ہندوستان کے اندر موجودہ حالت سے برعکس حالت نظر آتی یعنی پردہ کی پابند اقوام تنزل کی حالت میں ہوتیں۔ اور وہ جنمیں پردہ کا رواج نہیں تہذیب اور تعلیم میں ان سے فوقیت لیجاتیں موجودہ صورت میں اگر کوئی نتیجہ پیدا ہو سکتا ہے تو وہ یہی ہوگا کہ جبتک ان اقوام کو جن میں پردہ کا رواج نہیں ہے اسی قسم کے سخت پردے کے نیچے نہ لایا جاویگا جیسا کہ اعلےٰ طبقہ کے مسلمانوں میں مروج ہے وہ کوئی ترقی نہیں کر سکینگی لیکن ان واقعات سے ایسا نتیجہ نکالنا ایسی ہی حماقت ہے جیسا کہ بعض آزاد خیال مسلمانوں کا اقوام یوروپ کو دیکھ کر یہ خیال دل میں جما لینا کہ ہم اس ترقی کے معراج پر کبھی نہیں پہنچ سکتے جہاں یوروپ پہنچا ہوا ہے جبتک کہ اپنی مستورات کو یوروپ کی عورتوں کی طرز پر بیقیدی اور بے پردگی کی راہوں میں نہ چلاوینگے۔ ہماری سمجھ میں یہ دونوں نتیجے ایک ہی غلطی کا نتیجہ ہیں۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ اول الذکر نتیجہ اس لحاظ سے زیادہ قابل وقعت ہے کہ اسمیں ایک ہی ملک کے رہنے والے اور ایک ہی مذہب کے پیرو دو ایسے فریقوں کا مقابلہ ہے جن میں صرف رواج پردہ کے لحاظ سے ہی بڑا بھاری اختلاف ہے اور باقی حالات قریباً یکساں ہیں۔ اور دوسرے نتیجہ میں جو ہمارے آزاد خیال دوستوں کی جودت طبع کا نتیجہ ہے ایسی دو اقوام کا مقابلہ ہے جن میں رواج پردہ کا اختلاف بمقابل دوسرے اختلافات کے۔ جو ملکی حالات وغیرہ سے پیدا ہوتے ہیں بہت چھوٹی سی چیز ہے۔ پھر اگر ان اقوام کی حالت پر غور کیا جاوے جو مسلمانوں کے ساتھ اسی ملک ہند میں رہتی ہیں تو یہ اور بھی صفائی سے نظر آتا ہے۔ کہ مسلمانوں کا اعلےٰ تعلیم میں پیچھے رہ جانا کسی صورت میں رواج پردہ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا یہ مطلب نہیں کہ وہ پردہ جو ہندوستان میں مروج ہے اس قابل ہے کہ ہم اسکی ہر پہلو سے تائید کریں۔ اور اسی کو دیگر ممالک میں بطور ایک مفید اور ضروری قانون کے پیش کریں۔ کیونکہ قرآن شریف پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں پردہ کے معاملہ میں حد سے بڑھ کر سختی ہو رہی ہے۔ اور جہانتک اسلام کا منشاء پردہ سے ہے اس سے مسلمانان ہندوستان بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ منسوخی پردہ کے مجوز دلائل سے بالکل خالی ہاتھ ہیں۔ اور اسلامی پردہ کو زوال کا باعث قرار دینے میں صرف یوروپ کے رعب سے متاثر ہو رہے ہیں نہ حق اور حقیقت سے۔ اس صورت میں جبکہ پردہ کا سوال

ہر طرف چھڑ گیا ہے۔ یہ از حد ضروری ہے کہ اہل اسلام اس امر پر غور کریں کہ اسلامی پردہ کیا ہے۔ اور اسی پر کاربند ہوں۔ اور جھوٹھی قومی غیرتوں کو چھوڑ کر اس راہ پر چلیں جو اسلام نے سکھائی ہے۔ اور جو حقیقی تہذیب اور شائستگی کی راہ ہے +

سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ پردہ کی حد کہاں تک ہے۔ اور اس کے متعلق ہم قرآن کریم کی وہ آیات پیش کرتے ہیں۔ جن میں پردہ کا حکم نازل ہوا ہے۔ سورہ نور میں خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذٰلک ازکی لھم وقل للمؤمنٰت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او آباءھن او آباء بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نسائھن او ما ملکت ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا علی عورات النساء ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون۔ (النور ۳۰-۳۱) ان آیات کا ترجمہ ذیل میں درج ہے "مسلمان مردوں کو کہدو کہ وہ اپنی آنکھیں نیچے رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ اصول اُن کے لئے بہت پاکیزہ ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے خوب خبردار ہے۔ اور مسلمان عورتوں کو کہہ دے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت لوگوں کو نہ دکھاویں مگر وہ حصہ جو (عادتاً اور ضرورتاً) اس میں سے ظاہر ہے۔ اور چاہئے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیں۔ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر واسطے اپنے خاوندوں کے یا اپنے باپوں کے یا اپنے خاوندوں کے باپوں کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی عورتوں کے یا جن کے مالک ہوئے داہنے ہاتھ اُن کے یا مردوں میں سے ایسے لوگ جو ساتھ رہتے ہیں۔ اور عورتوں کی حاجت نہیں رکھتے یا لڑکوں کے جو عورتوں کی چھپی باتوں پر واقف نہیں۔ اور چاہئے کہ (راستوں میں چلتے وقت) اپنے پاؤں کو زمین پر ایسے طور سے نہ ماریں کہ اُن کی چھپی ہوئی زینت ظاہر ہو جاوے۔ اور مسلمانو تم سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم خوشحالی کو پالو" +

یہ ہیں کلام الٰہی کے الفاظ پردہ کے متعلق اور انھیں آیات میں مسلمانوں کے لئے پردہ کا حکم فرمایا گیا ہے

اس جگہ ایک تو یہ امتیاز کیا گیا ہے۔ کہ غیر محرم مردوں کے سامنے عورتیں اور طرح پر نکلا کریں۔ اور اپنے کُنبہ کے لوگوں اور قریبی رشتہ داروں کے سامنے جن کی تفصیل آیات ممدوحہ بالا میں دیگئی ہے بے تکلفی سے پھر لیا کریں۔ پھر اسی پردہ کے متعلق دو الگ الگ حکم موجود ہیں یعنی ایک تو آنکھوں یعنی نگاہوں کو نیچے رکھنے کا حکم جس میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں۔ اور دوسرے زینت کو ایک محدود دائرے سے باہر چھپانے کا حکم جو صرف عورتوں سے مخصوص ہے۔ سب سے پہلے ہمیں لفظ زینت کے معنے دیکھنے ضروری ہیں۔ زینت ہر ایک ایسی شے کا نام ہے جس سے زیبائش یا آرائش کیجاوے یا جو خوبصورتی کو نمایاں کرنیوالی ہو۔ زینت کے مفہوم کے متعلق دو مذہب ہیں۔ اول یہ کہ زینت میں خلقت یعنی جسم کی خوبصورتی بھی شامل ہے دوسرے یہ کہ زینت میں خلقت شامل نہیں ہے۔ جو مفسرین دوسرے پہلو کی طرف گئے ہیں۔ اُن کے نزدیک زینت تین قسم کی ہے۔ اول اصباغ۔ جیسے مہندی لگانا یا آنکھوں میں سرمہ۔ ۲ زیورات سونا چاندی جواہرات کی قسم سے۔ ۳۔ لباس تیسرے معنوں میں اور جگہ بھی یہ لفظ زینت قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ خذوا زینتکم عند کل مسجد سے ظاہر ہے جہاں زینت سے صریح لباس مراد ہے۔ یہ تقسیم تفاسیر سے معلوم ہوتی ہے۔ اور جو شخص دیکھنا چاہے تفسیر کبیر اور ابن جریر کی تفسیر کو دیکھ سکتا ہے۔ اب عورتوں کے پردہ کے متعلق جو حکم یہاں وارد ہوا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ لا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا۔ یعنی عورتوں کو اپنی زینت ظاہر نہ کرنی چاہئے سوائے ایسی زینت کے جو خود ظاہر ہی ہوتی ہے پس یہاں دو قسم کی زینت کا ذکر ہے۔ جیسا کہ مفسرین کا اتفاق ہے۔ ما خفی و ما ظھر۔ یعنی ایک وہ زینت جو چھپائی جا سکتی ہے۔ اور جس کے چھپانے کا حکم ہے اور دوسری وہ زینت ہے جو ظاہر ہے۔ اور جو چھپائی نہیں جا سکتی پس قرآن کریم جس پردہ کا حکم دیتا ہے وہ یہ ہے۔ کہ عورتیں اُس زینت کو جو چھپائی جا سکتی ہے اجنبی مردوں یعنی غیر محرموں کے سامنے ظاہر نہ کریں۔ کیونکہ اس کا اظہار نہ تو معمولی حالات کے ماتحت ضروری ہی ہے۔ اور نہ ہی کسی صورت میں پسندیدہ ہے ؂

اس قدر بحث کے بعد اب اصل سوال ایک مختصر سی صورت اختیار کر لیتا ہے کیونکہ اب بحث طلب امر صرف یہ باقی رہ جاتا ہے۔ کہ وہ کونسی خاص قسم زینت کی ہے جس کی عورت کو چھپانے کی ضرورت نہیں خواہ اُسے اجنبیوں کے سامنے یا باہر ہی نکلنا پڑے جیسا کہ آیت شریفہ سے جو اوپر نقل کیگئی ہے ظاہر ہے یہ زینت الا ما ظھر منھا میں آتی ہے۔ اسلئے ان الفاظ کے معنوں پر غور کرنا ضروری ہے مفسرین نے عموماً اس کے معنے وہی لئے ہیں جو قفال ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ ای ما یظھر

الانسان فی العادۃ الجاریۃ وذلک فی النساء الوجہ والکفین یعنی ماظہر منہا سے مراد یہ ہے۔ کہ جسے انسان عادت جاریہ میں ظاہر کرتا ہے۔ اور عورتوں میں یہ چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں۔ عام مفسرین کے نزدیک یہی رائے مقبول ہے۔ کہ چہرہ اور ہاتھ عورت اپنی ضروریات کے لئے کھلے رکھ سکتی ہے مثلاً جب اُسے باہر نکلنا پڑے لیکن شریعت اسلام کے رو سے ان کے سوا جسم کا اور کوئی حصہ وہ کھلا نہیں رکھ سکتی۔ اور نہ ہی اپنی زینت کو خواہ از قسم زیورات ہو۔ اور خواہ لباس ہو ظاہر کر سکتی ہے پس شریعت اسلام صرف اسی قدر چاہتی ہے۔ کہ چہرہ اور ہاتھوں کے سوا باقی تمام جسم مستور رہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے۔ کہ چہرہ سے ہماری مراد صرف چہرہ کا وہ حصہ ہے جس کا کھلا رکھنا معمولی حالات کے نیچے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور جسمیں آنکھیں ناک اور مُنہ شامل ہیں۔ کیونکہ ان کے کھُلا رکھنے کے بغیر انسان آزادی سے نہ دیکھ سکتا ہے۔ نہ سانس لے سکتا ہے اور نہ بول سکتا ہے لیکن اس سے زیادہ کی قرآن شریف اجازت نہیں دیتا یہ صرف ان حصوں کے کھلا رکھنے کی اجازت دیتا ہے جن کا کھلا رکھنا زندگی کے روزمرہ حالات کے نیچے انسان کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ اور جس کے بغیر معمولی کاروبار کے کرنے میں دقت پیش آتی ہے۔ سر کا کپڑا ایسے طور پر اوڑھا جا سکتا ہے کہ جس سے پیشانی کا کچھ حصہ اور آنکھیں اور ناک اور مُنہ کھلے رہیں اور باقی حصہ چہرہ کا چھُپا رہے۔ اس مضمون میں ہماری مراد چہرہ سے چہرہ کا صرف اسی قدر حصہ ہوگی پاؤں کے کھُلا رکھنے کے متعلق اختلاف ہے لیکن ہمارے نزدیک پاؤں کا کھلا رکھنا یا نہ رکھنا انسان کے ذرائع پر منحصر ہے۔ آواز کو بہ اتفاق سب نے پردے سے باہر رکھا ہے۔ اس قسم کی زینتیں جیسے انگوٹھیاں یا حنا یا سُرمہ ضرورتاً ظاہر رہینگی جبکہ ہاتھ اور چہرہ کھلے ہونگے۔ اور اس لئے یہ تمام چیزیں اسی استثنا میں آتی ہیں۔ جس کو قرآن شریف نے الفاظ الا ما ظہر منہا میں بیان فرمایا ہے۔ خود لفظ عورت سے بھی یہی شہادت ملتی ہے۔ کہ عورت کا چہرہ اور ہاتھ ان اجزا میں داخل نہیں جن کا چھپانا ضروری ہے۔ چنانچہ لفظ عورت کا ترجمہ عربی لغتوں میں اس طرح پر دیا ہے عورت جسم کا وہ حصہ یا حصے ہیں جن کا کھلا رکھنا ناشائستہ سمجھا جاتا ہے۔ اور مردوں میں اس سے مراد ناف اور زانوؤں کے درمیان کا حصہ ہے۔ اور آزاد عورتوں میں تمام جسم سوائے چہرے کے اور ہاتھوں کے۔ اور پاؤں کے متعلق اختلاف ہے لونڈیوں میں وہی حصہ عورت میں داخل ہے جو مردوں میں ہے۔ اور ان کے جسم کے وہ حصے جو خدمت کے وقت کھلے رہتے ہیں جیسے سر اور گردن وغیرہ۔ یہ عورت میں شامل نہیں یہی تشریح امام رازی نے بھی لفظ عورت کی کی ہے۔ اور پھر وہ پردہ کی ضرورت کو اور اس کے حدود کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ فامروا بستر ما لا تودی الضرورۃ الی کشفہ ورخص لہم فی کشف ما اعتید کشفہ وادت الضرورۃ الی اظہارہ

اذ کانت شرائع الاسلام حنیفیۃ سمحۃ ولما کان ظھور الوجہ والکفین کالضروری لا جرم اتفقوا علی انھما لیسا بعورۃ ۔ ترجمہ ۔ پس حکم دیا گیا ہے چھپانے کا ان چیزوں کے جن کے کھلا رکھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی ۔ اور اجازت دی گئی ہے اُن چیزوں کے کھُلا رکھنے کی جو عادتاً کھلی رہتی ہیں اور جن کے اظہار کی ضرورت پڑتی ہے ۔ کیونکہ شریعت اسلام انسان پر بوجھ نہیں ڈالتی بلکہ آسان شریعت ہے ۔ اور چونکہ چہرہ اور ہاتھوں کا کھلا رکھنا ضروری ہوتا ہے ۔ اس لئے اس امر پر اتفاق ہے ۔ کہ یہ دونوں چیزیں عورت میں داخل نہیں +

تفسیر ابن جریر اور تفسیر کبیر میں وہ تمام روائتیں جمع کی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ زینت ظاہر سے جس کے کھلا رکھنے کی عورتوں کو اجازت ہے چہرہ اور ہاتھ مراد ہیں ۔ چنانچہ ابن عباس ۔ سعید ابن جبیر ۔ عطا ۔ اوزاعی ضحاک حسن وغیرہ کے اقوال بہ تفسیر الا ما ظھر منھا نقل کئے گئے ہیں ۔ کہ ان الفاظ سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں ۔ ایسا ہی قتادہ کی روائت پر یہ حدیث بھی بیان کی گئی ہے ۔ ان المرأۃ اذا بلغت المحیض لم یصلح ان یری منھا الا وجھھا ویداھا ۔ یعنی عورت جب بالغ ہو جائے تو پھر جائز نہیں ۔ کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ سوائے چہرہ اور ہاتھوں کے دیکھا جاسکے ۔ یہ امر بھی مسلم ہے ۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں مسجدوں میں جماعت کے ساتھ جہاں مرد بھی موجود ہوتے تھے اسی شکل میں نمازیں ادا کیا کرتی تھیں ۔ کیونکہ چہرہ اور ہاتھ کھلے ہوتے تھے ۔ مروجہ پردہ کے حامی یہ کہتے ہیں ۔ کہ نمازوں میں اس طرح حاضر ہونے کی خاص اجازت تھی ۔ لیکن یہ خالی دعوے ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ۔ قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ نمازوں میں تو عورتوں کو چہرہ اور ہاتھ کھلا رکھ کر حاضر ہونے کی اجازت ہو ۔ اور اپنے کاروبار یا ضرورتوں کے وقت ان کو یہ ممانعت ہو کہ وہ کھُلے چہرہ یا ہاتھوں سے باہر نکلیں ۔ جب دونوں صورتوں میں بات ایک ہی تھی یعنی غیر محرم مردوں کے سامنے نکلنا پڑتا تھا ۔ تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ نماز میں اور نماز سے باہر ایسا امتیاز رکھا جاتا اور یہ بات خود ظاہر ہے ۔ کہ جب مسجد میں وہ چہرہ اور ہاتھ کھلے رکھ سکتی تھیں ۔ تو گھروں سے مسجد کو جاتے ہوئے اور مسجد سے واپس جاتے ہوئے بھی اسی طرح جاتی ہوں ۔ کیونکہ یہ بات بہت بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے ۔ کہ مسجد کو آتے یا مسجد سے جاتے وقت تو ان کو یہ حکم ہو کہ وہ چہرہ کو بالکل چھپا کر چلیں اور مسجد میں داخل ہو کر چہرہ کو کھول دیں ۔ حالانکہ کوئی نئی ضرورت اس امر کی مسجد میں داخل ہو جانے سے پیش نہیں آتی تھی ۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ باہر آنے جانے کے لئے عورتوں کو چہرہ اور ہاتھ کھلا رکھنے کی اجازت تھی +

یہاں تک ہم نے صرف الفاظ الا ماظہر منہا کے معنوں پر غور کیا ہے۔ اور انہیں الفاظ سے پردے کے حدود کو قائم کیا ہے۔ درحقیقت اس سے تو کسی کو انکار نہیں۔ کہ ان الفاظ میں چہرہ کا کھلا رکھنا آجاتا ہے ہاں یہ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ استثنا صرف نماز کے لئے تھی۔ لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور ہم نے اوپر یہ دکھا بھی دیا ہے۔ کہ نماز اور غیر نماز میں ایسی تفریق کا ہونا صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ اب جب ہم قرآن کریم کے الفاظ پر غور کرتے ہیں۔ تو اس سے بھی اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ چہرہ اور ہاتھ مستور نہیں کئے جاتے تھے۔ چنانچہ جس جگہ قرآن شریف نے عورتوں کو یہ حکم دیا ہے۔ کہ وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں تو ساتھ ہی وہ مردوں اور عورتوں کو ایک اور حکم بھی دیتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں۔ اب صاف سمجھ میں آتا ہے۔ کہ مردوں کو یہ حکم دینے سے کہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں یہ مطلب تو ہو نہیں سکتا تھا۔ کہ وہ دوسرے آدمیوں کی طرف نہ دیکھیں۔ یا جب اپنے کاروبار میں مشغول ہوں۔ تو کسی چیز کی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھیں۔ اس حکم کی ضرورت صرف اسی صورت میں ہو سکتی تھی۔ جبکہ اُن کی آنکھوں کے سامنے کوئی ایسا نظارہ ہو جس کی طرف دیکھنے سے ان کو روکنا ضروری ہو۔ پس اگر پردے سے یہ سمجھ لیا جائے کہ عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ تھی یا اگر شاذ و نادر کوئی ضرورتاً باہر نکلے تو وہ سر سے پاؤں تک کپڑے میں لپٹی ہوئی ہو۔ اور کوئی حصہ اسکے جسم کا ظاہر نہ ہو۔ تو آدمیوں کو یہ حکم دینا۔ کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں بالکل بےمعنی اور فضول ہو جاتا ہے کیونکہ پھر تو کوئی ایسی چیز ہی نہیں رہتی جس کی طرف وہ دیکھ سکتے تھے۔ خالی راستوں میں جہاں عورت ہی نظر نہ آتی ہو یا اگر کوئی عورت ہو تو وہ سر سے پاؤں تک کپڑوں میں لپٹی ہوئی ہو نظر اُٹھا کر دیکھنے سے روکنا یا اس کو جُرم قرار دینا ایسا ہی ہے جیسا سفید کپڑوں یا دوسری اشیاء کی طرف دیکھنے سے روکنا یا اس قسم کی نظر کو جُرم قرار دینا۔ کیا خدا تعالےٰ مردوں کو اس بات سے منع کرتا ہے کہ جب اُنکو سفید کپڑے حرکت کرتے ہوئے نظر آویں۔ تو وہ اُن کی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھیں؟ یہ کیسی تعجب کی بات ہے۔ کہ اس قدر پرزور الفاظ میں ممانعت کی جاوے۔ حالانکہ کوئی ایسی چیز ہی موجود نہیں جس کی طرف نظر اٹھا کر مرد کچھ دیکھ بھی سکے۔ پس غض بصر کا یہ حکم جو مردوں کو دیا گیا ہے قطعی اور یقینی شہادت اس امر کی ہے۔ کہ کپڑوں کے علاوہ کوئی حصہ عورت کا ایسا ضرور نظر آسکتا تھا جسکی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کو قرآن شریف نے خلاف تقوےٰ سمجھا۔ اور اُس سے روکا ہے۔ یہ کونسی چیز تھی جس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے سے قرآن کریم نے منع کیا ہے۔ یہ خود عورت تھی یا یوں کہو کہ عورت کا چہرہ۔ اور اُسکی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنے سے خدا تعالےٰ کی حکیم کتاب نے اسلئے منع کیا تاکہ انسان

کامل تقوے کی راہ پر چل کر ہر ایک لغزش سے بچ سکے اور کسی فتنہ میں نہ پڑے ۔

غض بصر کے اس حکم کو جس سے صریح شہادت عورت کے چہرہ کے کھلا رہنے کی ملتی ہے۔ ان لوگوں نے جو پردہ کو شریعت کے اصل منشاء سے زیادہ سخت کر کے پیش کرتے ہیں کئی طرح سے ٹالنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن وہ کوئی توجیہ ایسی بیان نہیں کر سکتے جس سے یہ ثابت ہو جاوے کہ عورتوں کے چہرہ کے چھپا رہنے کی صورت میں مردوں کو غض بصر کا یعنی نگاہ کے نیچے رکھنے کا حکم دینے کی کوئی ضرورت باقی تھی۔ اگر پردہ کے حکم کے بعد عورت بالکل غائب ہو جاتی یعنی یا تو وہ قطعاً باہر ہی نہ نکلتی یا باہر نکلتی تو ایسی صورت میں کہ وہ نظر ہی نہ آسکتی۔ تو مردوں کو یہ حکم دینا کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں بالکل فضول تھا بعض نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ غض بصر کا حکم اُن صورتوں کے لئے تھا جب مرد کو عورت کی طرف دیکھنے کی کوئی جائز ضرورت پیش آوے۔ مثلاً شادی کے لئے یا معالجہ کے لئے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر ان جائز ضرورتوں کے وقت غض بصر کا حکم ہے۔ تو پھر یہ ضرورتیں پوری کیونکر ہونگی۔ یہ تو خود اپنے قول کی آپ تردید کرنا ہے۔ کہ ایک طرف تو ایک امر کو جائز ضرورت قرار دیکر عورت کی طرف دیکھنے کی اجازت دیجاوے اور پھر ساتھ ہی غض بصر کا حکم دیا جاوے جس کے یہ معنے ہوئے کہ دیکھ بھی لو اور دیکھو بھی نہیں۔ علاوہ ازیں مختلف روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کو یہ حکم دیا کہ راستہ کے کنارے پر مجلس لگا کر نہ بیٹھا کریں۔ اور اگر یہ لابدی ہو تو ضروری ہے کہ سلام کا جواب دیں۔ اور نگاہوں کو نیچی رکھیں جیسا کہ ابن عباس کی اس حدیث سے ظاہر ہے قال لا تجلسوا فی المجالس فان کنتم لابد فاعلین فردوا السلام وغضوا الابصار الخ اور ایسا ہی ایک اور حدیث میں ہے۔ کہ راستہ کے کنارے پر بیٹھو تو حق الطریق ادا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ حق الطریق کیا ہے۔ فرمایا۔ غض البصر وکف الاذی الخ۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ عورتیں راستوں میں کھلے مُنہ گذرتی تھیں جس کی وجہ سے یہ حکم ضروری ہُوا کہ اول تو مرد راستہ پر مجلس لگا کر نہ بیٹھیں۔ اور اگر کوئی ضرورت ہو تو پھر غض بصر اختیار کریں۔ یعنی راہ چلتی عورتوں کی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھیں ۔

پس قرآن کریم کے یہ دو حکم یعنی عورتوں کو یہ حکم کہ وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس حصّہ کے جو ضرورتاً اور عادتاً ظاہر رہتا ہے۔ اور مردوں کو یہ حکم کہ وہ عورتوں کی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھا کریں شرعی پردہ کے صحیح حدود کو قائم کرتے ہیں۔ اور ان دونوں احکام کے ایک ہی ساتھ نازل فرمانے سے یہ قطعی اور یقینی شہادت پیدا ہوتی ہے۔ کہ عورتیں اپنی ضرورتوں کے لئے باہر نکلتی تھیں

لیکن اس صورت میں کہ اُن کا کُل جسم اور کل لباس اور ہر ایک زینت کا مقام سوائے چہرہ اور ہاتھوں کے ایک کپڑے سے ڈھکا ہوا ہوتا تھا۔ اور یہ ایک ایسا معقول اور پسندیدہ حکم ہے۔ کہ ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی سمجھ دار آدمی اس کو کسی سوسائٹی کے لئے پسند نہ کریگا یا ضروری نہ سمجھیگا۔ کیونکہ اسمیں عورتوں کو باہر نکلنے یا کاروبار کرنے سے منع نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ صرف یہی حکم دیا گیا ہے۔ کہ وہ اپنی زینت کو ایک سادہ لباس سے چھپالیویں۔ اور دوسری طرف فتنوں کے روکنے کیلئے مردوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ بغیر کسی جائز ضرورت کے کسی عورت کی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھیں۔ بعض دوسری حدیثوں سے اور بھی شہادت اس امر کی پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ صحابہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نظر الفجاءۃ کے متعلق سوال کیا ہے۔ اور منجملہ اُن کے حضرت علی بھی ہیں۔ اب ایسا سوال ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا تھا جبتک کہ عورتیں کھلے چہروں سے باہر نہ جاتی ہوں۔ کیونکہ سوال یہ تھا۔ کہ ہمیں تو حکم یہ ہے۔ کہ کسی عورت کے چہرہ کی طرف نہ دیکھیں لیکن جب بغیر ارادے کے اور اچانک کسی عورت کے چہرہ پر نظر جا پڑے تو پھر ہم کیا کریں۔ اب ظاہر ہے کہ یہ صورت واقع نہ ہو سکتی تھی۔ جبتک عورتیں کھلے چہرہ سے باہر نہ نکلتی ہوں۔ اور پھر سوال کا رنگ ایسا ہے۔ کہ وہ ایک ایسے واقع کو بیان کرتا ہے جو اکثر پیش آتا تھا۔ کیونکہ سوال میں عمومیت کا رنگ ہے۔ کہ ایسے اوقات میں جب اچانک نظر جا پڑے تو ہم کیا کریں۔ اور اس کا جواب جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا وہ بھی قابل غور ہے۔ اس کا جواب یہ نہیں دیا کہ پھر عورتیں باہر ہی نہ نکلیں یا یہ کہ باہر نکلیں تو چہروں کو بالکل چھپا کر نکلیں۔ بلکہ یہی فرمایا کہ ایسی نظر جو بغیر ارادے کے اور اچانک جا پڑے وہ معاف ہے۔ ہاں پھر دوسری دفعہ اور ارادتاً نظر اُٹھا کر دیکھنا گناہ میں داخل ہے +

زینت کا ہر ایک مقام ڈھانکنے کا حکم دینے کے بعد قرآن شریف نے خود ہی بیان فرما دیا ہے کہ کس طرح سے زینت چھپانی چاہئے۔ اس پر آیت ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن شاہد ہے یعنی چاہئے کہ عورتیں اپنے سروں کی اوڑھنیاں ایسے طور پر اوڑھیں کہ وہ اُن کے گریبانوں کو بھی ڈھانک لیں۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں اس موقع پر لکھا ہے۔ قال المفسرون ان نساء الجاھلیۃ کن یشددن خمرھن من خلفھن وان جیوبھن کانت من قدام فکان ینکشف نحورھن وقلائدھن فامرن ان یضربن مقانعھن علی الجیوب لیتغطی بذلک اعناقھن ونحورھن وما یحیط بہ من شعر وزینۃ من الحلی فی الاذن والنحر وموضع العقدۃ منھا۔ یعنی مفسر کہتے ہیں۔ کہ ایام جاہلیت میں عورتیں اپنی اوڑھنیاں پچھلی طرف یعنی پیٹھ کی طرف ڈال لیا کرتی

تھیں۔ اور اُن کے گریبان اگلی طرف ہوتے تھے۔ اس وجہ سے اُنکے سینے اور قلائد نظر آتے تھے اسلئے یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنی اوڑھنیوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالا کریں۔ تاکہ اس طرح سے اُنکی گردنیں اور سینے اور بال اور زینت از قسم زیورات جو کانوں میں یا سینوں پر ہوں۔ اور گھنڈی کا موقع یہ سب اوڑھنی کے نیچے چھپ جاویں"۔ اور ابن جریر انہی الفاظ کی تفسیر میں لکھتا ہے۔ یلسترن بذلک شعورھن واعناقھن وقرطھن یعنی تاکہ اس طرح سے اُن کے بال اور گردنیں اور بالیاں چھپ جاویں۔ پس ان شہادتوں سے بھی وہی بات ثابت ہوتی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہے۔ اور پردہ کے وہی حدود قائم ہوتے ہیں یعنی سارا چہرہ چھپایا نہ جاتا تھا۔ اگر مفسرین کی رائے کو قطعی ثبوت نہ بھی کہا جائے۔ تو بھی خود الفاظ سے سوائے اس کے اور کچھ مطلب نہیں نکلتا جو مفسرین نے بیان کیا ہے۔ اور خود قرآن شریف کا حکم غض بصر کا اسبات کا قطعی فیصلہ کرتا ہے۔ کہ چہرے کا ایک ایسا حصہ ضرور کھلا رہتا تھا جس کی طرف دیکھ کر مرد ابتلا میں پڑ سکتا تھا۔ اور اس لئے غض بصر کا حکم دیا گیا +

اسی مضمون کے متعلق ایک اور آیت سورۂ احزاب میں ہے۔ یاایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلک ادنی ان یعرفن ولا یوذین۔ اے نبی اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مومنوں کی عورتوں کو کہدو کہ وہ اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیں۔ اس سے یہ پہچان لیجاوینگی۔ اور کوئی اُن کو ایذا نہ دیگا۔ اس آیت کو بعض وقت اس امر کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے۔ کہ پردے کیلئے ضروری ہے کہ تمام جسم کو معہ چہرے کے ڈھانپ لیا جاوے۔ خود آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ آیا کوئی حصہ کھلا بھی چھوڑا جا سکتا ہے یا نہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اگر سارے چہرے کو ہی چھپایا جاوے تو اس حالت میں عورت کے لئے باہر نکلنا ناممکن ہے۔ کیونکہ اس سے آنکھیں بھی بند ہو جاوینگی۔ حالانکہ آیت کا مفہوم صاف بتا رہا ہے۔ کہ عورتیں اپنی ضرورتوں کے لئے باہر نکلا کریں۔ یعنی یہ حکم نہیں دیا گیا کہ اگر لوگ ایذا پہنچائیں تو عورتیں باہر نکلنے سے قطعی طور پر رُک جاویں۔ بلکہ یہ کہا گیا ہے۔ کہ باہر نکلا تو کریں مگر اوڑھنی اوڑھ لیا کریں تاکہ وہ پہچان لیجاویں اصل مُدعا صرف اس قدر تھا۔ کہ شریف عورتوں اور لونڈیوں میں تمیز ہو۔ یعنی اُن کا لباس ہی ایسا ہو جس سے معلوم ہو جاوے۔ کہ وہ شریف عورتیں ہیں۔ تا وہ اس طرح ایذا سے بچ جاویں۔ اور ظاہر ہے کہ اس مُدعا کے حصول کے لئے سارے چہرے کو چھپانے کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی۔ علاوہ ازیں سورۂ نور میں جو پردہ کا حکم آیا ہے۔ وہ اس کے بعد کا ہے۔ کیونکہ سورۂ نور سورۂ

احزاب سے بعد نازل ہوئی ہے۔ اور اس حکم میں ساتھ ہی مردوں کو یہ ارشاد فرما کر کہ وہ عورتوں کی طرف نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھا کریں۔ اور اسی طرح الا ما ظہر منھا کا استثنا بیان فرما کر یہ کھول کر بیان کر دیا ہے کہ عورتوں کو سارا چہرہ چھپانا لازمی نہیں ہے۔ اگر سورہ احزاب کی اس آیت کے مطابق عورتوں کیلئے یہ ضروری ہو جاتا کہ وہ سارے چہرہ کو چھپا کر باہر نکلیں تو سورہ نور میں مردوں کو یہ حکم دینے کی ضرورت باقی نہ رہتی۔ کہ اگر غیر عورت سامنے آجائے تو وہ غض بصر اختیار کریں۔ پس غض بصر کا حکم جہاں ایک طرف سوسائٹی میں سے سخت نقصان دہ بدیوں کے دُور کرنیکا ذریعہ ہے۔ دوسری طرف اس امر پر دلالت کرتا ہے۔ کہ عورتیں جب اپنی ضرورتوں کے لئے باہر نکلیں تو اُن کو سارے چہرہ کے چھپانے کی ضرورت نہیں۔ غرض اس آیت میں "یدنین علیھن من جلابیبھن" سے وہی مراد ہے۔ جو سورہ نور کے الفاظ "ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن" کا مفہوم ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض لوگ اس طرف بھی گئے ہیں۔ کہ جلباب کو اس طرح پر اوڑھنا ضروری ہے۔ کہ سوائے ایک آنکھ کے اور کوئی حصہ کھلا نہ رہے۔ لیکن جیسا کہ اوپر دکھلایا گیا ہے۔ اس سے غض بصر کا حکم عبث ٹھیرتا ہے۔ علاوہ ازیں شریعت اسلام کا یہ منشاء نہیں کہ انسانوں پر اُن کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالے بلکہ جہاں اس کا مقصود اصلاح ہے وہاں یہ بھی مدنظر رکھ لیا گیا ہے۔ کہ اس کے احکام عام انسانوں کی برداشت کے قابل ہوں۔ اب ظاہر ہے کہ عوام الناس کی حالت میں عورت مجبور ہے۔ کہ اپنی ضروریات کے لئے ہاتھوں اور چہرہ کو کھلا رکھے۔ یہ قرین قیاس نہیں کہ صحابہ کی عورتیں جو اپنے خاوندوں کے کاروبار میں اُن کی ہر طرح سے مدد کرتی تھیں۔ یہانتک کہ زراعت وغیرہ میں بھی مدد دیتی تھیں۔ اور اپنی ضروریات کے لئے باہر نکلتی تھیں۔ یہ سب کام وہ اس صورت میں کر سکتی ہوں جبکہ ان کے ہاتھ اور چہرہ وغیرہ سب کچھ کپڑوں میں لپٹے ہوئے ہوں۔

پھر ایک اور آیت سورہ احزاب کی پیش کی جاتی ہے۔ وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی"۔ اور اپنے گھروں میں ٹھیری رہو۔ اور اگلے زمانہ جاہلیت کے سے بناؤ سنگار دکھلاتی نہ پھرو۔ یہ ایک حکم ہے جو اولاً آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات کو دیا گیا ہے لیکن ہم اس کو اُنہی تک محدود نہیں سمجھتے۔ کیونکہ قرآن شریف میں بہت سارے ایسے احکام ہیں جنمیں مخاطب صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن وہ حکم تمام مسلمانوں کے لئے ہیں ..... ایسا ہی اس جگہ ایک حکم آنحضرت صلعم کی بیویوں کو دیا گیا ہے جو مسلمان عورتوں کے لئے بطور ایک نمونہ کے ہیں۔ اور اس لئے اس حکم میں تمام مومن

عورتیں شامل ہیں۔ لیکن اس آیت سے یہ معنے نکالنا کہ عورتیں کبھی اپنے گھر سے باہر نہ نکلیں صریح غلطی ہے اس آیت کا یہ منشا کبھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انہی معنوں کو خود قرآن کریم دوسرے الفاظ میں یوں ظاہر کرتا ہے کہ زمانہ جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگار مت دکھاتی پھرو۔ یہی مطلب "قرن فی بیوتکن" سے ہے۔ اور اسی مفہوم کو سورہ نور میں "لا یبدین زینتھن" سے ظاہر کیا ہے۔ اگر گھروں میں ٹھیرنے کا حکم دینے سے قرآن شریف کا یہی منشاء ہوتا کہ عورتیں واقعی کبھی اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں تو پھر یہ دوسرا حکم دینا کہ ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی۔ بالکل مہمل ہو جاتا ہے کیونکہ اگر وہ گھروں سے باہر ہی نہ نکل سکتی تھیں۔ تو پھر یہ کہنے کی کوئی ضرورت باقی نہ رہتی تھی کہ وہ اپنا بناؤ سنگار لوگوں کو نہ دکھلاتی پھریں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ زمانہ جاہلیت میں جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے عورتیں بلا ضرورت بناؤ سنگار کر کے گھروں سے باہر پھرا کرتی تھیں جس کی غرض سوائے اس کے کچھ نہ تھی کہ وہ اپنے عمدہ لباس اور زینتیں لوگوں کو دکھلائیں۔ اور غیر مردوں کا غیر عورتوں کے ساتھ کھلا میل جول ہوتا تھا۔ یہ حالت ایسی تھی کہ اس کے ہوتے ہوئے سچی پاکیزگی اور طہارت دلوں میں پیدا نہ ہو سکتی تھی۔ اور اسلام کی اصل غرض یہی تھی کہ ان برائیوں کو دور کیا جاوے۔ نہ یہ کہ عورتوں کو کام کاج کرنے سے روکا جاوے۔ یا اُن کو گھروں کی چار دیواری کے اندر بند کیا جاوے۔ اور اگر اس حکم کا ایسا ہی سخت منشاء ہوتا تو کم از کم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویاں جو اولاً مخاطب تھیں آپ کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد اس پر ضرور عمل کرتیں۔ مگر تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جنگوں میں اور حج میں اپنی بیویوں کو ساتھ لیجاتے تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ نے اس حکم کے یہ معنے نہیں سمجھے کہ عورتوں کو قطعی طور پر گھر سے نہیں نکلنا چاہئے۔ علاوہ ازیں آپ کی وفات کے بعد حضرت عائشہ باہر نکلتی رہیں۔ جیسا کہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض لڑائیوں میں خود جا کر لڑیں۔ کیا اُن کو یہ حکم معلوم نہیں تھا یا کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے۔ کہ اُنہوں نے..... قرآن کریم کے حکم کی خلاف ورزی کی +

پس قرآن شریف کی کوئی آیت پردہ کے متعلق ایسی نہیں جو سورہ نور کی مذکورہ بالا آیات سے بڑھ کر پردہ کا حکم دیتی ہو۔ اور پردہ کا مضمون مفصل انہی آیات میں مذکور ہے۔ اب جیسا کہ ہم نے پہلے توجہ دلائی تھی۔ ان آیات میں دو علیحدہ علیحدہ حکم دیئے گئے ہیں یعنے پہلا حکم غض بصر کے متعلق ہے جسمیں عورتیں اور مرد دونوں شامل ہیں۔ اور دوسرا حکم زینت کے چھپانے کے متعلق ہے جس میں صرف عورتیں مخاطب ہیں۔ اس لئے کامل پردہ یہی چاہتا ہے۔ کہ ان دونوں احکام کی

تعمیل کی جائے نہ صرف ایک کی۔ قرآن شریف کا منشاء ایک بدی کو دور کرنے کا تھا۔ اور اس کے لئے وہ ایک دوہرا علاج تجویز کرتا ہے۔ عورت کو تو یہ حکم دیتا ہے۔ کہ وہ اپنی زینت کے مقامات کو چھپا کر نکلے۔ تاکہ بلا ضرورت مردوں کی نظریں اُس کی طرف نہ اُٹھیں۔ اور ساتھ ہی مردوں کو یہ حکم دیتا ہے۔ کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں۔ اور عورتوں کی طرف نہ دیکھیں۔ اگر سارا بوجھ ایک ہی فریق پر ڈالا جاتا مثلاً جیسا کہ کہا جاتا ہے عورتوں کو واقعی یہ حکم دیا جاتا کہ وہ کبھی بھی مردوں کے سامنے نہ نکلیں تو یہ ناانصافی ہوتی۔ مگر قرآن کریم اس ناانصافی کا مرتکب نہیں۔ وہ دونوں فریقوں کو برابر رکھتا ہے۔ اور دونوں سے یہ چاہتا ہے۔ کہ وہ ایسی طرز اختیار کریں جس سے ایک بڑی بھاری بدی اُن کے درمیان سے ..... دور ہو جاوے۔ عورت کو یہ چاہئے کہ وہ مردوں کے سامنے دلربائی کا کوئی سامان ظاہر نہ کرے۔ اور ایک سیدھا سادہ لباس اوڑھ کر اور زینت کے مقامات کو ڈھانک کر باہر نکلے۔ یہ گویا عورت کا فرض ہے اور ساتھ اس کے مردوں پر یہ لازم کیا گیا ہے۔ کہ جب عورتوں کو ضرورتاً اُن کے سامنے باہر نکلنا پڑے تو وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں۔ اور ان کی طرف مت دیکھیں۔ یہ کیسا سیدھا سادہ اور معقول حکم ہے اور ہر ایک قسم کے حالات کے ماتحت اس پر کیسی آسانی سے عملدرآمد ہو سکتا ہے۔ یہی وہ دوہرا علاج ہے جو قرآن شریف نے بتلایا ہے۔ اور جو لوگ اس قسم کے پردہ کے خواہاں ہیں جس میں عورت کا چہرہ اور ہاتھ بھی ظاہر نہ ہوں وہ گویا غض بصر کے حکم کو جس کی تعمیل ان پر فرض ہے ٹالنا چاہتے ہیں۔ ایسا ہی عورتوں کو یہ بھی حکم ہے۔ کہ وہ بھی جب غیر مردوں کے سامنے باہر نکلیں تو غض بصر کا طریق اختیار کریں۔ اسلامی پردہ عورتوں کو یا مردوں کو کام کرنے سے نہیں روکتا۔ اور صرف اسی قدر اُن سے چاہتا ہے جو اُن کی طاقت کے اندر ہے۔ یعنی یہ کہ عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔ اور دونوں فریق غض بصر کا طریق اختیار کریں +

انہی آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اپنے گھروں کے اندر عورتیں کیا طرز اختیار کریں۔ بعض قریبی رشتہ دار یا کُنبہ کے لوگ تو ایسے قرار دیئے گئے ہیں جن کے سامنے عورت اپنی زینت بھی ظاہر کر سکتی ہے لیکن اُن کے علاوہ باقی تمام لوگ جن میں رشتہ داروں کی بھی ایک بڑی جماعت شامل ہے ایک ہی حکم کے نیچے رکھے ہیں۔ یعنی یہ کہ اُن کے سامنے عورت اپنی زینت ظاہر نہیں کر سکتی۔ لیکن جیسا کہ باہر نکلنے کے لئے عورت کو اجازت ہے۔ کہ وہ اپنے چہرہ اور ہاتھوں کو کھلا رکھے۔ ایسا ہی ان لوگوں کے سامنے بھی اسی حالت میں ظاہر ہو سکتی ہے۔ ابن عباسؓ کا ایک قول اس پر شاہد ہے۔ "الزینۃ الظاھرۃ الوجہ وکحل العین وخضاب الکف والخاتم فھذا تظھر فی بیتھا لمن دخل من الناس علیھا۔"

یعنے زینت ظاہر سے مراد چہرہ اور آنکھوں کا سرمہ اور ہاتھوں کی مہندی اور انگوٹھی ہے پس یہ چیزیں ایسی ہیں۔ کہ عورت اپنے گھر میں اُن لوگوں کے لئے جو گھر میں آویں ظاہر کر سکتی ہے بچوں کے لئے جو بلوغت تک نہ پہنچے ہوں۔ ایسا ہی اُن لوگوں کے لئے جو عورتوں کی حاجت نہ رکھتے ہوں وہی حکم ہے جو باپ اور قریبی رشتہ داروں کے لئے ہے جن کا ذکر آیت شریف مذکورہ بالا میں ہے غلاموں کے لئے خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں۔ یہی حکم ہے۔ یعنی ان سے زینت کو چھپانے کی ضرورت نہیں لیکن اِن تمام حالات میں یہ ضروری ہے۔ کہ عورت کے جسم کا کوئی حصہ سوائے چہرہ اور ہاتھوں اور شاید پاؤں کے ننگا نہ ہو +

ایک امر قابل غور یہ بھی ہے۔ کہ آیا عورت غیر محرم مرد سے بول سکتی ہے؟ کیونکہ ہندوستان میں جو پردہ مُروّج ہے وہ بعض صورتوں میں ایسی سختی کی حد تک پہنچا ہُوا ہے۔ کہ عورت کی آواز کا غیر محرم مرد کے کان میں پہنچنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ قرآن شریف ایسی تعلیم ہرگز نہیں دیتا۔ ہاں آواز کے متعلق یہ آیت قرآن کریم میں ہے۔ یانساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے پیغمبر کی بیویو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو سو پرہیزگاری کا طریق یہی ہے کہ دبی زبان سے کسی کے ساتھ بات نہ کیا کرو کیونکہ ایسا کرو گی تو جس کے دل میں کسی قسم کا کھوٹ ہے وہ (شاید) طمع کرے۔ پس یہی ٹھیک ہے کہ بات کرو تو معروف طور پر بات کرو (یعنی دبی آواز سے بات نہ کرو بلکہ مردانہ طور پر بات منہ سے نکالو) اس آیت میں آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات کو اجنبی مردوں سے بات کرنے سے منع نہیں کیا گیا۔ اور خود تاریخ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی بیویاں ضرورت کے وقت غیر مردوں سے گفتگو کرنے سے پرہیز نہ کرتی تھیں اور ایسا ہی صحابہ کی بیویاں بھی۔ اب اگر حدیث کے سلسلہ روایت پر غور کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ بہت سی حدیثیں ایسی ہیں جن میں مرد عورتوں سے اور عورتیں مردوں سے روایت لیتے ہیں۔ حالانکہ پردہ کے لحاظ سے ایسے مرد اور عورتیں بالکل اجنبی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابتدائی اسلامی سوسائٹی میں عورتوں کی کیا پوزیشن تھی۔ اگر آج کل کا سا پردہ اس وقت بھی مروج ہوتا تو بہت ساری حدیثیں جن کے سلسلہ روایت میں کہیں نہ کہیں کوئی عورت راوی آگئی ہے بالکل مفقود ہو جاتیں۔ امام بخاری کے چار بڑے شاگردوں میں بھی ایک عورت ہے جس کی نسبت یہ امر مسلم ہے۔ کہ بڑے بڑے عالم اور فاضل اس سے حدیث کی روایت کو لیتے ہیں۔ اور وہ بڑے بڑے مجمعوں میں حدیثیں بیان کرتی تھیں۔

غرض کہ یہ ایک بڑی بھاری غلط فہمی ہے۔ کہ پردہ اختیار کرنے سے عورت کالعدم ہو جاتی ہے اور انسانی کاروبار میں اُس کا کوئی حصہ نہیں رہتا۔ اور اس غلط فہمی کا الزام خود مسلمانوں پر ہی ہے۔

جنہوں نے پردہ میں اس قدر تشدد کیا کہ اس کو کچھ کا کچھ بنا دیا +

انہی نے اعتدالیوں کی وجہ سے پردہ بجائے اس کے کہ ایک دلکش اور پسندیدہ چیز معلوم ہوتی بعض لوگوں کو ڈراونا معلوم ہوتا ہے۔ اس تشدد سے اور ان بے اعتدالیوں سے ابتدائی اسلامی سوسائٹی بالکل بری تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے مقدس جانشینوں کے زمانے میں عورتیں لڑائیوں میں ساتھ جایا کرتی تھیں۔ اور نہ صرف اسی قدر بلکہ تمام معتبر تاریخ کی کتابوں سے جیسے ابن ہشام وغیرہ یہ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ جنگوں میں عورتوں کا یہ فرض تھا کہ وہ زخمیوں کے مونہوں میں پانی ڈالتی تھیں۔ اور اُن کے زخموں پر مرہم پٹی کرتی تھیں۔ کیا یہ خیال کیا جا سکتا ہے۔ کہ جس قسم کا پردہ اس زمانے میں ہندوستان کے مسلمان شرفاء کے گھروں میں پایا جاتا ہے۔ اس طرح کے پردہ سے ایسے فرائض بھی پورے ہو سکتے تھے۔ پھر یہ امر بھی تاریخ کے مطالعہ کرنیوالے پر پوشیدہ نہیں کہ صحابہ کی عورتیں زراعت وغیرہ کے کاموں میں اپنے خاوندوں کو مدد دیتی اور اُنکی محنتوں میں شریک ہوتی تھیں۔ جنگ کے میدان میں اُن کے الگ فرائض تھے جن کو وہ پوری مستعدی سے ادا کرتی تھیں۔ پھر جب مرد لڑائیوں میں جاتے تھے تو پیچھے عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے چند آدمی مقرر ہوا کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ خاوندوں کی غیر حاضری میں انہیں آدمیوں سے عورتوں کو واسطہ پڑتا تھا ایسی صورتوں میں ہرگز ممکن نہیں کہ اسی قسم کے سخت پردہ کی پابندی ہو سکتی ہو جو آجکل اس ملک میں مروج ہے۔ پھر یہ امر بھی حدیثوں سے ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جہاں سینکڑوں مرد ہوتے تھے عورتیں آتی تھیں۔ اور مسائل دریافت کرتی تھیں۔ اور بعض وقت اپنے ہی خاوندوں یا والدین کے خلاف استغاثے دائر کرتی تھیں۔ پھر یہ امر بھی ثابت ہے۔ کہ عورتیں لکھنا اور پڑھنا بھی سیکھتی تھیں اور جانتی تھیں پھر سلسلہ روایت حدیث میں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے ایک مرد کسی عورت سے اور ایک عورت کسی مرد سے روایت کرتی ہے۔ ان تمام امور سے یہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی پردہ عورت کو بے دست و پا کرنے والا نہ تھا +

علاوہ ان تمام امور کے قیاس یہ چاہتا ہے۔ کہ پردہ میں تشدد اسلام کے غلبہ کے ساتھ پیدا ہوا ہے ابتدائی حالت مسلمانوں کی غریبانہ اور سادگی کی حالت تھی۔ اور اکثر ان میں ایسے تھے جو خود محنتیں کر کے معاش حاصل کرتے تھے لیکن جوں جوں اسلام قوت و شوکت میں ترقی کرتا گیا اور روپیہ کی کثرت ہوتی گئی سوسائٹی کا نقشہ بھی بتدریج بدلتا گیا۔ اب منجملہ اور اغراض کے پردہ کی ایک یہ بھی غرض تھی۔ کہ اس سے شریف یعنی آزاد عورتوں اور لونڈیوں میں ایک امتیاز ہو۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو گھرانے صاحب دولت و

ثروت ہوتے گئے اُن میں پردہ بھی بتدریج تشدد کی طرف ترقی کرتا گیا۔ اُدھر دولت کے بڑھنے سے عورتوں کے کاروبار میں مدد دینے کی ضرورت کم ہوتی گئی۔ اور اس لئے اُن کا باہر نکلنا بھی آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا۔ کیونکہ ہر قسم کی ضرورتیں روپیہ کی کثرت کی وجہ سے گھروں میں ہی پوری ہونے لگ گئیں۔ ان نئے حالات زندگی کا تقاضا یہ ہُوا کہ پردہ میں تدریجاً ترقی ہوتی گئی یعنی سختی بڑھتی گئی۔ اور پردہ کا تشدد وجاہت اور حیثیت کا معیار ہونے لگا۔ ہندوستان میں بھی چونکہ مسلمان بطور ایک فاتح قوم کے آئے اور ہر قسم کے امیرانہ سامان ان کے ساتھ تھے اس لئے مسلمان سوسائٹی کے اعلےٰ طبقوں میں پردہ کا تشدد اور بھی ترقی کر کے ایک ایسی حالت میں مروج ہو گیا جو آجکل دیکھا جاتا ہے +

اس مضمون پر اس قدر بحث کے بعد اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اسلامی پردہ کیا چاہتا ہے۔ اور اس کے حدود کیا ہیں شریعت اسلام عورتوں کو یہ حکم دیتی ہے۔ کہ وہ بلا ضرورت اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں اور غیر محرم مردوں سے کھلا میل جول نہ کریں۔ اور نہ صرف اپنا بناؤ سنگار دکھانے کے لئے باہر پھریں۔ اور ضرورت کے لئے نکلنے کے وقت بھی اپنی ہر ایک زینت کو سوائے چہرہ اور ہاتھوں کے چھپالیں۔ اور اپنے عمدہ لباسوں کو بھی ایک سادہ کپڑے سے چھپا کر نکلیں۔ مگر پردہ کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ عورتیں اپنے کاروبار کے لئے باہر نہ نکلیں یا علوم و فنون میں ترقی نہ کریں۔ یا اپنے گھر کے اندر کے فرائض کو ادا نہ کریں یا قیام صحت کے لئے ہوا خوری کے لئے باہر نہ نکلیں۔ نہ پردہ اسبات سے عورتوں کو روکتا ہے۔ کہ وہ اپنے لئے کوئی جائداد یا روپیہ یا کوئی سبیل معاش پیدا کریں۔ غرضیکہ جس چیز کا نام آزادی ہے۔ اس سے پردہ عورت کو ہرگز نہیں روکتا۔ ہاں ان باتوں سے روکتا ہے جن سے کسی قسم کی بدی یا ضرر کے پیدا ہونیکا اندیشہ ہے۔ اور اصل غرض پردہ کی بھی صرف یہی ہے جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے۔ یہ ہم بخوبی جانتے ہیں۔ کہ پردہ کے معاملہ میں جو اس وقت دو فریق ہو رہے ہیں۔ وہ دونوں اپنی اپنی باتوں پر قائم رہ کر ہماری اس تحقیقات سے خوش نہیں ہو سکتے لیکن طالبان حق اس سے ضرور فائدہ اُٹھا سکتے ہیں ہم نے اس سوال کے دونو پہلوؤں پر غور کیا ہے۔ اور ہم اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ نہ تو قرآن کریم کا یہ منشاء ہے۔ اور نہ ہی انسانوں کی حالت برداشت کر سکتی ہے۔ کہ جو سخت پردہ ہندوستان کے اعلےٰ طبقے کے مسلمانوں میں مُروج ہے وہی پردہ ساری دنیا کے لئے ضروری ہے۔ ایک آدمی جس کے پاس سامان زندگی بافراغت موجود ہیں اسبات کی ضرورت نہ سمجھے تو نہ سمجھے کہ عورتوں کو باہر نکلنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے بشرطیکہ اُس کو اپنی عورت کی صحت کی بھی کچھ پروا نہ ہو۔ لیکن دُنیا کا کثیر حصہ ایسا نہیں جو اس ضرورت کو محسوس نہ کرے۔ ہر ایک سوسائٹی میں ۵٪ فیصدی یا اس سے بھی زیادہ آبادی ایسی ہوتی ہے

جنہیں محنت سے کما کر گذارہ کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ تمام آبادی مطلقاً ایسے پردہ کی برداشت نہیں کر سکتی جیسا کہ آج کل مروج ہے۔ کثرت سے لوگ ایسے ہی ہیں جن کے لئے یہ محض ناممکن ہے۔ کہ وہ عورتوں کو گھروں سے باہر نہ نکلنے دیں۔ اور پھر اکثر اوقات عورتوں کو ایسے ہی فرائض ادا کرنے پڑتے ہیں۔ جن کیلئے چہرہ کا اور ہاتھوں کا کھلا رہنا ضروری ہوتا ہے۔ اگر اعلےٰ طبقہ کے پردہ کو عام سوسائٹی میں جبراً رواج بھی دیا جاوے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ لوگ بھوکے مرنے لگیں گے۔ اور خود عورتوں کی صحت کی حالت آخر کار خراب ہو جائیگی۔ دوسری طرف جن عورتوں کو کاروبار سے سبکدوشی حاصل ہے۔ ان کو بھی گاہے گاہے قیام صحت کے لئے یہ ضرورت ضرور محسوس ہوتی ہے۔ کہ وہ باہر کی کھلی ہوا میں نکلیں۔ اور جبتک وہ چہرہ کو بالکل بند رکھنے پر مجبور ہیں۔ ان کے لئے باہر کی ہوا بھی کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ چونکہ اسلام کی شریعت چند امیر آدمیوں کے لئے نہیں ہے بلکہ غربا کی حالت کو بھی مدنظر رکھتی ہے۔ اسلئے اسلام کا منشاء یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ پردہ میں وہ تشدد کیا جاوے۔ جو آجکل کے مروجہ پردے میں کیا جاتا ہے +

مزید احتیاط کے لئے یہ سوال امام الزمان حضرت **مسیح موعود** علیہ السلام کی خدمت میں بھی پیش کیا گیا جس کا تحریری جواب حسب ذیل آپ کی طرف سے پہنچا۔ جو بعینہٖ درج کیا جاتا ہے: "شرعی پردہ یہ ہے کہ چادر کو حلقہ کے طور پر کر کے اپنے سر کے بالوں کو کچھ حصہ پیشانی اور زنخدان کے ساتھ بالکل ڈھانک لیں۔ اور ہر ایک زینت کا مقام ڈھانک لیں مثلاً منہ پر اردگرد اس طرح پر چادر ہو (اس جگہ انسان کے چہرہ کی شکل دکھا کر جن مقامات پر پردہ نہیں ہے اُن کو کھلا رکھ کر باقی پردہ کے نیچے دکھایا گیا ہے) اس قسم کے پردہ کو انگلستان کی عورتیں آسانی سے برداشت کر سکتی ہیں۔ اور اس طرح پر سیر کرنے میں کچھ حرج نہیں آنکھیں کھلی رہتی ہیں" +

اب یہ مسئلہ ہمارے احمدی بھائیوں کے لئے تو کم از کم حل ہو گیا ہے۔ اور امید ہے کہ دوسرے لوگ بھی آہستہ آہستہ دیکھ لیں گے کہ یہی پردہ سچا اسلامی پردہ ہے۔ اور اس کے اختیار کرنے سے دُنیا بہت سی بدیوں سے نجات پا سکتی ہے +

۲۔ پردہ پر بعض اعتراضوں کا جواب

شرعی پردہ کے حدود کو بیان کرنے کے بعد یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض اُن اعتراضوں کی تردید

کی جاوے جو پردہ کے خلاف کئے جاتے ہیں انمیں سب سے اول وہ اعتراض غور طلب ہے جو خود حامیان پردہ کی طرف سے ہی ہوگا۔ کہ اس قسم کا پردہ جیسا ہم نے بیان کیا ہے عورت کو یہ آزادی دیتا ہے کہ وہ ضرورت کے لئے چہرہ کا کچھ حصہ کھلا رکھ کر باہر نکل سکتی ہے۔ اور اس سے بعض مضرات کا احتمال ہے۔ اس کا جواب تو ہماری طرف سے پہلے گذر چکا ہے۔ کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن شریف نے ان مضرات کا جن کا احتمال مروجہ پردہ کے حامیان کو اندیشہ میں ڈالتا ہے صرف ایک یہی علاج تجویز نہیں کیا۔ کہ عورت اپنی زینت کو چھپا کر نکلے بلکہ دوسرا علاج بھی خود ہی تجویز فرما دیا ہے۔ کہ مرد اور عورت دونوں غض بصر کا طریق اختیار کریں۔ اور کتنا ہی سوچ کر دیکھ لو۔ ان سے بہتر علاج اُن مضرات کا دُنیا میں اور کوئی تجویز ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ پُر حکمت علاج اُس کی طرف سے ہے جس نے فطرت انسان کو بنایا ہے۔ اسلئے ایسے اعتراض کا پیدا ہونا سوائے اس کے کوئی اور وجہ نہیں رکھتا کہ قرآن کریم کے پُر حکمت احکام پر غور نہیں کیا جاتا۔ ہاں اس کے بعد اب ایک دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ غض بصر کا حکم مرد اور عورتیں آسانی سے توڑ سکتے ہیں۔ اور اس لئے ایسے حکم کی بجائے کیوں یہ حکم نہ دیا گیا کہ عورتیں باہر ہی نہ نکلیں یا مجبوراً نکلنا پڑے تو کوئی حصہ اُن کے کپڑوں کا یا جسم کا کھلا نہ رہے۔ ایسا اعتراض انسانی تمدنی ضروریات سے ناواقفیت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ عملی طور پر یہ ممکن ہی نہیں کہ دُنیا کے کثیر حصہ کی عورتیں یا کسی قوم کی عورتوں کا بڑا حصہ اس پردہ کا پابند ہو سکے فرض کرو کہ ہم نے اپنا دل تو اتنی بات سے خوش کر لیا کہ اسلام ایک ایسے پردہ کا حکم دیتا ہے جس میں اس قسم کا نظارہ ہی نہیں جو موجب ابتلا ہو سکے۔ اگرچہ ہم آگے چل کر دکھا دینگے۔ کہ انسانی سوسائٹی میں ایسا ہونا ممکن ہی نہیں۔ پر اب سوال یہ ہے کہ اس پر عمل کون کریگا۔ کیا یہ حکم ان انسانوں کی حالتوں کے مطابق ہوگا جو دُنیا میں چلتے پھرتے اور اپنی روزی کماتے ہیں۔ اسلام تو اپنے قوانین عام لوگوں کی حالتوں کے مطابق تجویز کرتا ہے۔ نہ دو یا چار منتخب آدمیوں کے لئے جو خوش قسمتی سے اس قدر روپیہ کے مالک ہیں۔ کہ گھر بیٹھے اپنی تمام ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ عملی طور پر دیکھ لو۔ اور پھر غور کر کے دیکھ لو کہ ہر قوم میں ۸۰ فیصدی یا اس سے بھی زیادہ آبادی ایسی ہی ہوتی ہے۔ جو کسی صورت میں اس قاعدہ کی پابند ہی نہیں ہو سکتی۔ کہ اُن کی عورتیں اپنے کاموں کے لئے باہر نہ نکلیں۔ کیا یہ سب لوگ دائرہ انسانیت سے خارج ہیں۔ یا کہ انسانوں کے لئے ایسے قواعد تجویز کئے جاتے ہیں جن کے وہ پابند ہی نہیں ہو سکتے۔ یا اگر دائرہ انسانیت سے باہر نہیں تو کیا اُن کو دائرہ اسلام سے خارج کر دو گے۔ کہ اسلام کا ایک اصول ایسا تجویز کرتے ہو جو اُن کی حالتوں کے بالکل مخالف

پڑا ہوا ہے۔ اس درمیانی طبقہ کے لوگوں میں اور اُس اعلےٰ طبقے میں جو اپنے آپ کو ان سے برتر سمجھتا ہے اور تو کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ ان کے پاس روپیہ زیادہ ہے۔ اور یہ لوگ صرف اسی پر گذارہ کرتے ہیں جو اپنی محنتوں سے کماتے ہیں۔ کیا اسی فرق کے سبب سے یہ لوگ اسلام سے خارج ہو جاویں گے۔ حالانکہ اُن کے درمیان احکام الٰہی کے زیادہ پابند اور شریعت اسلام کی بہت تابعداری کرنے والے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبت رکھنے والے موجود ہیں۔ کیا اسلام امیروں کے لئے بنا تھا جو اس پر عمل ہی نہیں کرتے اِلّا شاذ و نادر۔ یا عام لوگوں کے لئے۔ ہاں اعلےٰ طبقہ کے لوگ یہ تو کہہ سکتے ہیں۔ کہ اسلام نے یہ اصول عام لوگوں کی حالتوں کے مطابق تجویز کیا ہے ہم اپنے لئے اس سے بہتر اصول تجویز کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ کہنا اُن کا حق نہیں ہے۔ کہ مذہب اسلام کا یہ اصول خاص ہمارے لئے بنا تھا جو پانچ یا دس فیصدی آدمی ہیں۔ اور جو باقی احکام اسلام کی پیروی نہیں کرتے ..... اور جو لوگ باقی احکام پر عمل کرتے ہیں وہ مجبور ہیں۔ کہ اسلام کے اس اصول کی خلاف ورزی کریں۔ پس ہم کہتے ہیں کہ اصول وہ تجویز کرنا چاہئے جو عام لوگوں کی حالتوں کے مطابق ہو۔ نہ کہ محدود سے چند زیادہ روپیہ والے لوگوں کے لئے۔ اسلام تو غرباء کے لئے ہی آیا ہے۔ اور اُس کے اصول بھی اُنہیں کی حالتوں کو مدنظر رکھ کر تجویز کئے گئے ہیں۔ پس جو شخص دل کا غریب ہے اور مسلمان کہلاتا ہے اُسے نہیں چاہئے کہ محض زیادہ روپیہ رکھنے کی وجہ سے اس تکبّر کو دل میں جگہ دے کہ اسلام میرے لئے ہی بنا ہے اور دوسرے لوگ محض وحشی اور جاہل ہیں۔ اُن کی حالتیں ہی خدا نے ایسی بنائی ہیں۔ کہ وہ اس پر چل نہیں سکتے۔ بعض لوگوں نے اس موقعہ پر یہ بھی جواب دیا ہے۔ کہ عام لوگوں کی یہ حالت اضطراری ہے۔ کہ اُنکی عورتوں کو کام کرنے کے لئے باہر نکلنا پڑتا ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ یہی اضطراری حالت صحابہ میں بھی موجود تھی رضی اللہ عنہم۔ اور یہی اضطراری حالت ہر زمانہ میں ہر قوم میں نوّے فیصدی لوگوں میں موجود رہتی ہے۔ پس کیا اسلام نے ایسا اصول تجویز کر دیا ہے جو نہ تو اول زمانہ کے لوگوں کی حالتوں کے مطابق تھا اور نہ بعد میں ہی۔ اور سب کے سب کو مضطر ہو کر اُس اصول کو توڑنا پڑا۔ کیا کوئی اور ایسا اصول بھی اسلام نے تجویز کیا ہے جسے مضطر ہو کر قریباً تمام دُنیا کو توڑنا پڑے +

یہ تو ایک پہلو ہُوا اب دوسرے پہلو پر غور کرتے ہیں۔ تو وہ بھی خالی از مشکلات نظر نہیں آتا۔ جب ہم اس بات کو تجویز کر چکے کہ پردہ واقعی ایسا ہی سخت ہونا چاہئے جیسا آجکل مروج ہے۔ تو اب سوال

یہ ہے۔ کہ اس پردہ کی سختی سوائے ان لوگوں کے جن کے نام قرآن شریف میں لئے گئے ہیں سب کے یکساں ہونی چاہیئے۔ اب ان لوگوں میں جن سے پردہ ہے خاوند کے تمام رشتہ دار سوائے باپ اور بیٹوں کے اور عورت کے اپنے بعض رشتہ دار جیسے اُنکے چچوں اور پھوپھیوں کے بیٹے وغیرہ بھی شامل ہیں۔ پس موجب حکم قرآن ان تمام سے اسی قسم کا پردہ ہونا چاہیئے جیسا اجنبیوں سے مگر سوائے شاذ و نادر مستثنےٰ حالتوں کے ایک بھی گھر ایسا نہیں جہاں اس اصول کو مدنظر رکھا جاتا ہو اور بہت سارے رشتہ دار جن کو قرآن کریم نے غیر محرموں میں رکھا ہے محرموں کی طرح گھروں میں آتے جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ عورتیں شرعی پردہ کر کے ان لوگوں کے سامنے آویں وہ بغیر اپنی زینتوں کو چھپانے کے اُن کے سامنے آتی جاتی ہیں۔ اور اس طرح پر قرآن شریف کے حکم کی صریح خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ اب نئے قاعدوں کا تجویز کر لینا تو آسان ہے۔ مگر اُن پر عملدرآمد نہیں جس سے یہ معلوم ہوا کہ انسانی حالات کے مطابق وہ نہیں۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں ہر ایک شخص بجائے خود غور کرے کہ آیا اس قسم کے پردہ کی برداشت جیسا الفاظ میں تجویز کیا جاتا ہے تمدنی انسانوں کی طاقت کے اندر ہے۔ اگر پردہ کے معاملہ میں اعتدال کو مدنظر رکھا جاتا تو قرآن شریف کے احکام کی پوری فرمانبرداری ہو سکتی تھی۔ الغرض وہ لوگ جو اپنی عورتوں کے مطلق باہر نکلنے کو یا ایسی صورت میں باہر نکلنے کو کہ اُن کے چہرہ کا کوئی حصہ یا اُن کے ہاتھ ظاہر ہوں اپنے لئے ذلت سمجھتے ہیں وہی لوگ اس بات سے کچھ مضائقہ نہیں کرتے کہ اُن کی عورتیں ہر طرح کی زینت کے ساتھ ایسے لوگوں کے سامنے نکلیں بلکہ بے تکلفی کے ساتھ اُن سے ملیں جلیں جنہیں قرآن شریف پردہ کے معاملہ میں ایسے ہی اجنبی سمجھتا ہے جیسے دوسرے لوگوں کو جن کا تعلق رشتہ داری وغیرہ کا کوئی نہیں۔ ان تمام واقعات سے ہم ایک ہی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ یعنی یہ کہ اُن مختلف حالات کے نیچے جو تمدنی زندگی میں انسانوں کو پیش آتے ہیں یہ ممکن نہیں کہ اس قدر سخت پردہ کی پابندی ہو سکے جیسا بعض لوگ تجویز کرتے ہیں +

پھر ایک تیسرا پہلو اس سوال کا یہ ہے۔ کہ اس طریق سے بھی فتنہ کا دروازہ بند تو نہیں ہوتا کیونکہ آخر عورتوں کو مجبوراً باہر نکلنا ہی پڑیگا۔ پس اگر اُن کے چہرے بالکل بند بھی کر دیئے جاویں تو آنکھیں تو بند نہیں کی جا سکتیں۔ پس کم از کم اُن کو تو یہ موقعہ حاصل ہے کہ وہ مردوں کو بخوبی دیکھ سکیں۔ نہ اسلئے کہ اسلام نے واقعی اُن کو ایسی اجازت دی ہے۔ بلکہ اسلئے کہ غض بصر کا طریق جو قرآن کریم نے پیش کیا ہے ناکافی سمجھا جاتا ہے۔ اسلئے اسی طریق پر چلنے سے یہ بھی ضروری ہو گا

کہ مردوں کے چہرے بھی چھپائے جاویں۔ کیونکہ اس کے بغیر فتنہ کا دروازہ تو بہرحال کھلا ہی رہا پھر ایک اور مشکل یہ ہوگی۔ کہ امرد کے لئے کیا حکم ہوگا کیا اُن کے لئے بھی یہ ضروری ہوگا کہ عورتوں کی طرح چہرہ چھپا کر باہر نکلیں۔ کیونکہ جیسا عورت کے چہرہ کی طرف دیکھ کر ایک مرد فتنہ میں پڑ سکتا ہے ایسا ہی امرد کے چہرہ کی طرف بھی دیکھ کر فتنہ میں پڑ سکتا ہے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ امرد کے لئے فقہاء نے کیا تجویز کیا ہے۔ کیونکہ جس رنگ میں انسان اُس کے فتنہ سے بچ سکتا ہے۔ اسی رنگ میں دوسرے فتنہ سے بھی بچ سکتا ہے۔ اس جگہ فقہاء نے بالاتفاق تسلیم کیا ہے۔ کہ امرد کیلئے چہرے کو چھپانا ضروری نہیں بلکہ غض بصر کے طریق کو اختیار کرنا چاہئے۔ پس کسی پہلو پر غور کرو۔ یہی معلوم ہوگا کہ سوائے اس کے کہ قرآن کریم کے حکیمانہ اصول غض بصر کو مدنظر رکھا جائے انسانوں کا تجویز کردہ کوئی قاعدہ چل نہیں سکتا اور نہ ہی مشکلات اور ضرات کو دور کر سکتا ہے +

دوسرا اعتراض پردہ پر یہ کیا جاتا ہے۔ کہ پردہ سے جہالت پیدا ہوتی اور علوم کی ترقی رُکتی ہے اس اعتراض کی جڑ شرعی پردہ کی غلط فہمی ہے۔ اور اسلام کے دامن پر یہ اعتراض کسی صورت میں عاید نہیں ہوتا۔ کہ جس پردہ کی تعلیم اس نے دی ہے۔ وہ عورتوں کی ضروری تعلیم کو روکتا ہے۔ مسلمانوں کی موجودہ گری ہوئی حالت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اُسکی وجہ عورتوں کو پردہ میں رکھنا ہے بالکل بے بُنیاد امر اور بلا دلیل دعوے ہے۔ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں۔ کہ انگلستان میں پردہ کبھی مُروج نہیں ہُوا۔ تاہم جیسا کہ انسکلوپیڈیا کی نئی جلدوں میں تسلیم کیا گیا ہے۔ ملکہ وکٹوریہ کی تخت نشینی سے پہلے انگلستان کی عورتوں میں باقاعدہ تعلیم کبھی مروج نہیں ہوئی۔ دوسری طرف مسلمانوں کے درمیان باوجود پردہ کے اعلےٰ درجہ کی عالم اور فاضل عورتیں گذری ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہزاروں شعر عربی یاد تھے۔ اور معانی الفاظ کے اختلاف کے وقت وہ سند میں شعر پیش کیا کرتی تھیں۔ اور اُن کا عالم و فاضل ہونا سب کے نزدیک مسلّم ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی پڑھی ہوئی تھیں۔ اور کتابت بھی جانتی تھیں جیسا کہ اصابہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُنہوں نے فن کتابت بھی سیکھا تھا۔ ایسا ہی صحابہ میں بہت ساری عورتیں تھیں جو علم اور فضل کے سبب سے شہرت رکھتی تھیں۔ چنانچہ شفا بنت عبداللہ کی بہت ساری تعریف کرکے اصابہ میں لکھا ہے۔ وکان عمر یقدمھا فی الرای ویرعاھا ویفضلھا وربما ولاھا شیئا من امر السوق یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اُن کی رائے کو مقدم رکھتے تھے (جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن سے اہم معاملات میں مشورہ بھی لیا جاتا تھا) اور اُن کی رعایت

کرتے تھے۔ اور اُنہیں فضیلت دیتے تھے۔ اور اکثر اوقات سوق کے معاملات میں سے بعض معاملے اُن کے سپرد کرتے تھے۔ اسی طرح اسلام کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں میں کئی عورتیں عالم و فاضل اور ادیب اور شاعر گذری ہیں۔ اس امر کو زیادہ طول دینا ضروری نہیں کیونکہ یہ واقعات ایسے ہیں جن سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ بعض لوگ ایک وضعی حدیث کو اس بات کی تائید میں پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ عورت کو کتابت سکھانا جائز نہیں۔ مگر واقعات مندرجہ بالا کے سامنے اس حدیث کا جھوٹا ہونا اظہر من الشمس ہے غرضیکہ پردہ اس الزام سے بری ہے۔ کہ اس سے عورتوں کی تعلیم میں نقص واقع ہوتا ہے۔ بلکہ برعکس اس کے پردہ ایسی چیز ہے۔ کہ اس سے عورت کو تعلیم کا زیادہ موقع ملتا ہے مثلاً ایک ایسی سوسائٹی میں جہاں پردہ نہیں ہے عورتوں کا بہت سارا وقت اس طرح پر ضائع ہوتا ہے۔ کہ وہ طرح طرح کے لباس پہن کر اور آرائشیں کر کے لوگوں کو دکھانے کے لئے اور لوگوں کی توجہ کھینچنے کے لئے باہر نکلتی ہیں۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے جس کو انگلستان کی مصنف عورتوں نے تسلیم کیا ہے۔ اور اس طرح پر وہ قیمتی وقت جو علمی ترقی میں یا گھر کا کاروبار کرنے میں صرف ہو سکتا ہے فضول باتوں میں ضائع کیا جاتا ہے۔ لیکن پردہ چونکہ ایسی باتوں کی اجازت نہیں دیتا اسلئے وہ عورتوں کے قیمتی اوقات کو بچا کر مفید کاموں میں لگا سکتا ہے۔ اور ضرورت کے وقت عورت باہر بھی نکل سکتی ہے مسلمانوں کی موجودہ حالت سے عورتوں کے متعلق کوئی نتیجہ نکالنا۔ اور پردہ کو ان کے لئے باعث زوال قرار دینا محض حماقت ہے۔

پھر ایک اور پہلو سے اس سوال پر غور ہو سکتا ہے۔ یعنی یہ غور کیا جائے کہ عام طور پر اسلام نے عورت کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ اگر باقی امور میں بھی اسلام نے عورت کے ساتھ سختی کی ہے۔ تو یہ ایک وجہ یقین کرنے کی ہو گی۔ کہ پردہ کو رواج دینے سے بھی اسلام کا منشاء یہی تھا کہ عورت کی قدرتی آزادی قطعی طور پر روک دی جاوے اور ان کو کام کرنے کے بالکل ناقابل کر دیا جاوے۔ اور حصول علوم میں اُنکی راہ میں روک ڈال دی جاوے لیکن اگر یہ ثابت ہو کہ اسلام کا سارا سلوک عورت کے ساتھ پرلے درجہ کی نرمی کا ہے اور اسلام نے عورت کو وہ حقوق دیئے ہیں جو بار بار کے مطالبوں کے باوجود بھی تہذیب یافتہ یورپ نے پورے طور پر اُسکو نہیں دیئے۔ تو پھر یہ یقین کرنیکے لئے ایک معقول وجہ ہو گی کہ پردہ کا حکم بھی عورت کی اور سوسائٹی کی بہتری کے لئے ہی دیا گیا ہے۔ اور اس کا منشاء سوسائٹی میں سے بعض بدیوں کا دور کرنا ہے سب سے پہلے یہ امر قابل غور ہے کہ اسلام نے عورت کی راہ میں محض جنس عورت ہونے کی وجہ سے کوئی روک نہیں ڈالی۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ فلاں کام کرنا یا فلاں پیشہ میں دسترسی حاصل کرنا عورتوں کو منع کیا جاتا ہے۔ ہمارا اس سے یہ مقصود نہیں کہ عورت عورت ہو کر یعنی وہ مقام اختیار کر کے جو قدرت نے

مرد و عورت کے تعلق میں اُس کے لئے تجویز کیا ہے ہر ایک کام کر سکتی ہے یا ہر ایک پیشہ میں دسترسی حاصل کر سکتی ہے۔ ہمارا منشاء یہ ہے۔ کہ اگر عورت کے اپنے حالات اس کو کسی کام کے کرنے کی اجازت دیں اور اس میں اُس کام کے کرنے کی قابلیت بھی ہو تو اسلام اس کو یہ نہیں کہتا کہ میں تمہیں اس کام کے کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس طرح پر خالی جنسیت کی روک کو دور کر کے اسلام نے عورت کی ترقی کی راہ سے ایک بڑی رُکاوٹ کو دُور کر دیا ہے۔ جس کی پوری قدر وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے یورپ میں عورت کی تدریجی ترقی کو مطالعہ کیا ہے۔ کہ کن کن مصیبتوں سے ایک ایک روک اس کی راہ سے دُور ہوئی ہے۔ اور کس طرح پر صدیوں تک عورتوں کی راہ میں وہ رکاوٹیں پڑی رہی ہیں۔ جو مسلمان عورتوں نے کبھی سنی بھی نہیں۔ اسلامی شریعت کے ماتحت عورت کو ابتدا سے یہ حق حاصل رہا ہے۔ کہ فوجداری یا دیوانی میں وہ مدعی یا مدعا علیہ بنے۔ حدیثوں کے پڑھنے سے بہت سارے ایسے واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ کہ عورتیں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدالت میں حاضر ہوتیں۔ اور اپنے استغاثے پیش کرتیں جو بعض اوقات اُن کے اپنے خاوندوں یا باپوں کے خلاف ہوتے۔ یہی حال آنحضرتؐ کے خلیفوں کے زمانے میں بھی رہا۔ اس سے بڑھ کر اور کونسی مثال ہو سکتی ہے۔ جس کی وجہ سے اسلام میں ایک بڑا بھاری فرقہ شیعہ مذہب کا پیدا ہو گیا جو آج تک چلا جاتا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا خود حضرت ابوبکر خلیفہ اول کے سامنے تشریف لے گئیں۔ حالانکہ حضرت علی بھی موجود تھے جو اُن کی طرف سے یہ استغاثہ پیش کر سکتے تھے۔ اور حضرت صدیق کے انصاف کو بھی دیکھئے کہ کس طرح بغیر رورعایت کے بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف فیصلہ کرنا کچھ دشوار نہ سمجھا اور جو حق سمجھا وہی کیا۔ غرضیکہ حضرت فاطمہ کا یہ استغاثہ مضبوط شہادت اس امر کی ہے کہ اسلام نے عورت کی راہ میں عورت ہونے کی وجہ سے کوئی روک نہیں رکھی۔ اسی طرح پر اسلام مانع نہیں ہوا کہ کوئی عورت کسی ذمہ واری کے عہدہ پر ہو یا اہم معاملات میں مشورہ دے سکے۔ شفاء بنت عبداللہ کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ کہ کیونکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے عظیم الشان مُدبّر بھی اُس سے مشورہ لیا کرتے اور اُسکی رائے کو وقعت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ اور پھر اُسی دانشمند عورت کو وہ بڑے بڑے ذمہ واری کے عہدوں پر ممتاز فرماتے رہے۔ شاید اس امر کے تسلیم کرنے سے کسی کو انکار نہ ہوگا کہ سب سے زیادہ مشکل عورت کے لئے جنگوں میں حصّہ لینا ہے۔ مگر اسلام تو اس نظیر سے بھی خالی نہیں رہا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی مُقدّس اور ممتاز عورت اور اس پایہ کی عورت علاوہ علمی مشاغل کے جنگوں میں بھی حصہ لیتی رہیں۔ یہانتک کہ خود فوج میں شامل ہو کر میدان جنگ میں لڑیں۔ یہ واقعات ہیں اور

ہم نہیں سمجھتے کہ ان لوگوں کے پاس جنہوں نے اسبات کا بیڑا اٹھا رکھا ہے کہ اسلام کی خوبیوں کو بھی بُرا ہی کر کے دکھادیں۔ ان واقعات کا کیا جواب ہے۔ علاوہ ازیں جائداد کے حاصل کرنے میں اسلام نے مرد اور عورت کو برابر حقوق دئیے ہیں۔ ہر ایک عورت خواہ بیاہی ہوئی ہو یا بن بیاہی صاحب جائداد ہو سکتی ہے۔ اور جائداد منقولہ یا غیر منقولہ کی مالک ہو سکتی ہے۔ پھر ایسی جائداد کے متعلق تمام قسم کے حقوق اور ذمہ واریاں پیدا کر سکتی ہے اور قرضہ وغیرہ لے سکتی ہے۔ پھر اُس کو جائداد کے انتقال یا ہبہ یا وصیت کے وہی حقوق حاصل ہیں جو مرد کو حاصل ہیں۔ پھر بہ موجودگی مرد وارثوں کے اُن کے ساتھ وارث جائداد ہو سکتی ہے۔ غرضیکہ ان تمام معاملات میں عورت پر کوئی روک نہیں ڈالی گئی۔ ان لوگوں کی جہالت پر سخت افسوس آتا ہے۔ جو ان تمام فوایدکو کالعدم سمجھتے ہیں۔ صرف اس وجہ سے کہ اسلام نے پردہ کا حکم کیوں دیا۔ ہمارے خیال میں تو ایسا آدمی مجہول مطلق ہے جو اسلامی پردہ کو اس قدر مضرت رساں سمجھتا ہے۔ کہ یہ تمام فواید اس کے مقابل اس کو ہیچ نظر آتے ہیں۔ کیا وہ اس موٹی بات کو نہیں سمجھ سکتے کہ جب بعینہٖ مردوں کی طرح وسیع حقوق عورتوں کو جایداد پیدا کرنے کے لئے اسلام نے دئیے ہیں۔ تو پھر وہ اس امر سے کیونکر مانع ہو سکتا ہے کہ پیدا کردہ جایداد کو عورتیں ترقی دیں۔ اور اس لئے اُن تمام وسائل اور ذرائع کو اختیار کریں جن سے جائدادیں بڑھ سکتی ہیں۔ جس طرح پر حصول جائداد کے معاملہ میں اسلام نے جنسیت عورت کو روک نہیں بنایا۔ اسی طرح حصول علم میں بھی وہ عورت کو منع نہیں کرتا۔ اور نہ اُس کی راہ میں کوئی خاص روک ڈالتا ہے۔ بلکہ جس طرح پر اسلام مردوں کو علوم کے حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے ویسے ہی عورتوں کو بھی ترغیب دیتا ہے اور خود قیاس بھی اس خیال کو دھکّے دیتا ہے۔ کہ ایک مذہب جو عورت کی اس قدر رعایت کرتا ہے اس کے لئے حصول علم سے مانع ہو۔ اور اسلامی تاریخ بڑے زور سے اس خیال کی تردید کرتی ہے غرضیکہ پردہ عورتوں کی تعلیم میں کوئی روک نہیں جیسا کہ بے پردگی بطور خود اُن کے لئے حصول علوم کی ترغیب دینے والی نہیں +

اس سوال پر بحث کرتے ہوئے کہ پردہ عورت کو علم حاصل کرنے سے مانع نہیں ہم نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے۔ کہ پردہ عورت کو کسی قسم کا ضروری کاروبار کرنے سے مانع نہیں ہے۔ اب ایک اور اعتراض پر ہم بحث کرتے ہیں۔ جس کے اول پیش کرنے والے پادری صاحبان ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے۔ کہ پردہ اسبات کی شہادت ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے پر بھروسہ نہیں۔ اور عورتوں کو باہر نکلنے سے اس لئے روکا جاتا ہے۔ کہ اُن کی نیک چلنی پر پورا پورا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ سب سے

پہلے تو یہ ایک غلط بیانی ہے۔ کہ اسلام عورتوں کو باہر نکلنے سے قطعی طور پر روکتا ہے ہاں اسلام اس امر سے قطعی طور پر روکتا ہے۔ اور، اس امر سے منع کرتا ہے۔ کہ بلا ضرورت عورتیں باہر پھرا کریں۔ اور بناؤ سنگار کر کے اسلئے پھریں کہ لوگوں کی توجہ اُن کی زینتوں کی طرف ہو۔ لیکن اس جواب کے بعد یہ سوال کیا جاویگا۔ کہ اسلام اتنی بات سے بھی کیوں عورتوں کو روکتا ہے۔ کیوں وہ اس امر کو پسند نہیں کرتا کہ عورتیں اپنے بناؤ سنگار غیر مردوں کو دکھاتی پھریں۔ کیا اس کا یہی سبب ہے کہ اسلام کو عورتوں کی پاکدامنی پر بھروسہ نہیں؟ ہماری سمجھ میں پادری صاحبان نے بھروسہ کا لفظ ایک مہمل سا لفظ چن لیا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا عورت کی پاکدامنی پر بھروسہ کرنے کے یہی معنے ہیں۔ کہ اُسے ہر ایک خطرہ کی راہ میں ڈالا جاوے اور ہر ایک لغزش کی جگہ پر جہاں پاؤں پھسلنے کا احتمال ہے اُسے چلایا جاوے۔ کیا بغیر اس کے جو خود ہم عورت کی پاکدامنی کو خطرہ کی حالت میں ڈالیں ہم اس پر بھروسہ کرنے والے نہیں ہو سکتے۔ اس بھروسہ کے تو یہ معنے ہوئے کہ اپنے ہاتھوں سے گڑھا کھود کر اس میں عورت کو دھکیلا جاوے اور پھر کہا جاوے۔ کہ یہ ہم اس لئے کرتے ہیں کہ ہمیں عورت کی طاقت پر بھروسہ ہے۔ یہ معنے بھروسہ کے عیسائی صاحبان کے نزدیک صحیح ہونگے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک خدا کے رحم پر بھروسہ بھی تب ہی ہوتا ہے جب انسان صرف اس امر کو مان لے کہ اس کے گناہوں کے لئے خدا کا بیٹا کفارہ ہو گیا۔ اور خود اُسکے رحم کا جاذب بننے کے لئے اپنے تزکیہ نفس کی کوئی کوشش نہ کرے۔ اسلام اور رنگ کا بھروسہ سکھاتا ہے۔ اس کی تعلیم یہ ہے۔ ع بر توکل زانوئے اُشتر بہ بند۔ یعنی جہانتک خود طاقت ہے۔ ایک کام کو کرو۔ اور پھر نتیجہ کے لئے خدا پر بھروسہ کرو۔ جن معنوں میں اسلام خدا پر بھروسہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے انہیں عام فہم معنوں میں دوسرے انسانوں پر بھروسہ کرنا سکھاتا ہے۔ خدائے تعالےٰ کی حکیم کتاب قرآن کریم پہلے وہ تمام راہیں بتاتی ہے جن پر چلنے سے عورتوں اور مردوں کی پاکدامنی محفوظ رہ سکتی ہے۔ اور انسان کو ان طریقوں پر عمل کرنا سکھانے کے بعد یہ تعلیم دیتی ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے کی پاکدامنی پر بھروسہ کریں۔ لیکن اسلام اس قسم کا بھروسہ ہمیں نہیں سکھاتا جیسا ہمارے عیسائی دوست تجویز کرتے ہیں۔ کہ غیر محرم مردوں اور عورتوں کو کھلے چھوڑ دیا جاوے۔ اور ہر ایک موقعہ ان کو پاکدامنی کے دور کرنے کا دیا جاوے۔ اور ہر ایک مقام پر جہاں اُن کا قدم پھسل سکتا ہے اُن کو چلایا جاوے۔ اور یہ سب باتیں اس لئے کی جاویں تا یہ ثابت ہو کہ ہم اپنے ہمجنسوں پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ہاں اگر ایک شخص یہ کہنے کا حق رکھتا ہے۔ کہ پردہ سے بھروسہ کا نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ تو دوسرا شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اپنے مال و دولت کی حفاظت کرنے سے بھی بھروسہ کا نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ گویا جب ہم اپنے مال کی

حفاظت کرتے ہیں۔ تو دوسرے لوگوں کی دیانتداری پر ہمیں کوئی بھروسہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ ایسا خیال کرنا محض حماقت ہے۔ جب یہ لوگ اپنے گھروں میں نقدی کے صندوقوں کو مقفل کر کے اُن کی کنجیاں بڑی حفاظت سے اپنے پاس رکھتے ہیں تو کیوں اُس وقت اُن کو یہ خیال نہیں آتا کہ اس طرح پر مقفل کرنے سے وہ اپنی عورتوں پر یا دوستوں پر بھروسہ نہ کرنے کے جرم کے مرتکب ہیں۔ نہ ہی کسی پادری صاحب کے نزدیک ایسا فعل قابل اعتراض ہے۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر ایک شخص محض اپنے دوستوں پر بھروسہ جتانے کے لئے اپنے روپیہ کو کھلا چھوڑتا ہے۔ تو نتیجہ یہ ہوگا کہ بالآخر اُسے اُن لوگوں کی دیانت پر شبہ کرنا پڑیگا جو واقعی دیانتدار ہیں۔ کیا گورنمنٹ اپنے خزانوں کی حفاظت اسلئے کرتی ہے۔ کہ اسے رعایا میں سے کسی فرد کی دیانت پر بھی بھروسہ نہیں؟ بلکہ اس لئے کہ بد دیانتوں سے تو کوئی قوم خالی نہیں۔ پس کیوں اپنے مال کی حفاظت نہ کی جاوے۔ لیکن اگر اس پہلو کو چھوڑ کر اُس بھروسہ پر غور کریں جس کا عیسائی صاحبان کو ناز ہے تو اور بھی اس کی حقیقت کھلتی ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ دوستی کے رنگ میں کیسی کیسی بڑی بڑی بے ایمانیاں کی جاتی ہیں۔ گذشتہ جنگ ٹرنسوال کے بعد جب فوج میدان جنگ سے واپس آئی تو بہت سارے مقدمات طلاق کے ایسے ہوئے جنمیں ظاہرا دوستوں کی غداری ثابت ہوئی۔ اور ججوں نے بہت افسوس سے اس امر کا اظہار کیا کہ کس طرح اُن لوگوں سے جو ملک اور قوم کی خاطر اپنی جانیں دے رہے تھے خود اُن لوگوں نے ہی بیوفائی کی جو دوستی کا دم بھرتے تھے۔ اور اُن کی غیر حاضری میں اُن کی عورتوں سے ناجائز تعلق پیدا کئے۔ اور پھر یہ جو سینکڑوں مقدمات طلاق کے زناکاری کی بنا پر انگلستان میں ہوتے ہیں۔ کیا ان میں وہی لوگ مجرم ثابت نہیں ہوتے جن پر بھروسہ کر کے اپنی عورتوں کی عزت اور عفت اُن کی سپرد کر دی جاتی ہے۔ کیا ان تمام واقعات کا باعث یہ ہے۔ کہ انگریزی سوسائٹی میں اور سوسائٹیوں کی نسبت زیادہ بدکار موجود ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا سبب یہی ہے کہ بدکاری کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں۔ اور غیر محرم مردوں اور عورتوں کو ناجائز آزادی دے کر خود یہ موقع دیا جاتا ہے۔ کہ وہ بدیوں میں مبتلا ہوں۔ یہ عجیب بھروسہ ہے کہ دو غیر محرم جوان ایک امرد اور عورت جو جذبات جوانی کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔ جہاں جی چاہے چلے جاویں۔ اور اُن کے والدین مطمئن رہیں۔ کہ کوئی ناپاک خیال اُن کے دلوں کے پاس پھٹک نہیں سکتا۔ کیا کوئی عیسائی ہے جو سچے دل سے اس بات کا قائل ہے۔ کہ اس قسم کے واقعات سے بدکاری اور زناکاری کی تحریک نہیں ہوتی۔ کیا ایک بڑے عیسائی عہدہ دار کے الفاظ میں اس طرح پر نوجوانوں اور ناتجربہ کاروں کے سامنے کھلے کھلے بدکاری کے سامان پیش نہیں کئے جاتے"۔ پھر جب اسی کا علاج اسلام پیش کرتا ہے تو شور

مچایا جاتا ہے۔ کہ عورتوں کی پاکدامنی پر بھروسہ نہیں کیا جاتا۔ اسلام کی غرض اور اس کا مقصد تو صرف یہی ہے۔ کہ انسانوں کے دلوں کو ہر قسم کی بدی اور بدی کے خیالات سے پاک کرے۔ اور کوئی آدمی جو صرف بحث میں جیت ہار مقصود نہیں اس امر سے انکار نہیں کرسکتا کہ غیر محرم مردوں اور عورتوں کا بناؤ سنگار کرکے کھلے طور پر ملنا۔ اور پھر دو نامحرموں کا جو جذبات سے خالی نہیں تخلیہ اختیار کرنا ایسے امور ہیں جن سے بدخیالات کو دل کے اندر داخل ہونے کی ایک راہ ملتی ہے تعلیم نہ اس کا انسداد کرسکی اور نہ کرسکتی ہے علمی پہلو میں بڑے بڑے فاضل آدمی ایسے ہی ٹھوکر کھا سکتے ہیں جیسے جاہل کیونکہ کسی شخص کے کسی زبان میں یا علم کی کسی شاخ میں مہارت حاصل کر لینے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ وہ نفسانی جذبات یا اخلاقی کمزوریوں سے خالی ہوگیا ہے۔ ہاں کوئی راہ ایسی ہونی چاہئے۔ کہ ٹھوکر کا احتمال کم ہو جاوے اور بدکاری کے سامان حتے الوسع دُور کئے جاویں۔ اور یہی قرآن شریف کے حکم پردہ کا منشاء ہے کیونکہ اول تو قرآن شریف عورت کو یہ حکم دیتا ہے۔ کہ وہ اپنی ہر ایک قسم کی زینت کو چھپا کر رکھے۔ اور پھر مردوں اور عورتوں کے آزادانہ میل جول سے منع کرتا ہے۔ اور بلا ضرورت عورتوں کو باہر پھرنے سے روکتا ہے اور پھر سب سے آخر یہ تجویز کرتا ہے۔ کہ جب عورت غیر محرم مرد کے سامنے آجاوے۔ تو دونوں کو لازم ہے کہ آنکھیں نیچی کرلیویں۔ اس جگہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے۔ کہ عورت کو یہ حکم دینے سے کہ وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کرے۔ یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ عورت پر بھروسہ نہیں کیا گیا۔ بلکہ زینت کے چھپانے کی اصل غرض اُن لوگوں کو ٹھوکر سے بچانا ہے جن کے سامنے عورت کو نکلنا پڑتا ہے۔ اور اس طرح پر بھروسہ بھی انہیں لوگوں پر نہیں کیا گیا کیونکہ اُنمیں ہر قسم کے آدمی شامل ہوتے ہیں۔ اور احتیاط کرنا عین انسانیت اور عقلمندی ہے۔ ممکن ہے کہ عورت بناؤ سنگار کرکے باہر نکلنے سے کسی مرد کے دل میں شہوانی خیالات کے اُبھارنے کا باعث ہو جاوے۔ حالانکہ خود اُسے علم بھی نہ ہو کہ وہ کسی کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوگئی ہے عورت کی عفت اور پاکدامنی پر بھروسہ کرنے کے یہ معنے نہیں ہوسکتے۔ کہ اُن تمام لوگوں پر بھی جن میں ہر قسم کے آدمی شامل ہوتے ہیں بھروسہ کرکے یہ سمجھ لیا جاوے۔ کہ وہ بھی سب پاک دل کے ہیں۔ اور نفسانی جذبات سے خالی ہیں۔ اسی لئے عورت کو یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ جب اُسے ضرورتاً غیر مردوں کے سامنے باہر نکلنا پڑے۔ تو جس قدر ممکن ہو ان چیزوں کو چھپا کر نکلے۔ جو مرد کے لئے باعث کشش ہوسکتی ہیں۔ تاکہ وہ لوگ جو دل کے کمزور ہیں۔ اور جن میں نفسانی جذبات ٹھنڈے نہیں ہوچکے (اور ہر ایک شخص شہادت دیسکتا ہے۔ کہ دُنیا میں اکثر لوگوں کی یہی حالت ہے) ان کے سامنے ٹھوکر یا ابتلا کا سامان پیش نہ ہو +

شاید یہ کہا جاوے۔ کہ اگرچہ پردہ نے تو عورتوں کو تعلیم اور ترقی سے نہیں روکا لیکن اسلام کے دائرہ کے اندر مشہور عورتوں کا بہت تھوڑی تعداد میں ہونا اسبات کی دلیل ہے۔ کہ پردہ کا نتیجہ یہ ہوا۔ خواہ اُس کا منشاء یہ ہو یا نہ ہو کہ مسلمان عورتیں عموماً تعلیم سے دُور رہ گئیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ بات بھی صحیح نہیں اور اس کے کئی وجوہات ہیں۔ اولاً اگر ابتدائی زمانہ کی مسلمان عورتوں کا اُسی زمانہ کی دیگر اقوام کی عورتوں سے مقابلہ کیا جاوے یا اُس سے پہلے کی کسی مہذب قوم کی عورتوں سے مقابلہ کیا جاوے تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمان عورتیں دیگر تمام اقوام کی عورتوں پر بہت فوقیت رکھتی ہیں پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ پردہ دار عورت غیر پردہ دار عورت کی طرح خواہ مخواہ لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچنا نہیں چاہتی۔ اور نہ ہی یہ چاہتی ہے۔ کہ لوگ اُس کی تعریفیں کریں۔ اس لئے یہ قدرتی حیا اس امر کا مانع ہے۔ کہ خواہ کوئی عورت کیسی ہی قابل قدر ہو اس کی شہرت بھی عام ہو جاوے سوائے ایسی صورتوں کے جب کوئی عورت علوم میں اعلےٰ درجہ کی ترقی کر کے بحیثیت ایک عالم و فاضل ہونے کے خود بخود بلا اپنی خواہش کے شہرت پا جاوے۔ اور اس بات کے ماننے سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ عورت کی فضیلت خالی اس امر میں نہیں کہ وہ بڑے بڑے ناول لکھ سکے۔ بلکہ اُس کی بزرگی اُن امور کے احسن طریق پر بجا لانے میں ہے۔ جن کا علم سوائے چند ایک متعلقین کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ تیسرا یہ امر ہے۔ کہ تعلیم کے جو ذرائع اور وسائل آجکل پیدا ہو گئے ہیں۔ اُن کا اُس زمانہ میں تو کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔ اور اُس وقت تو مردوں میں بھی کسی شخص کا علم و فضیلت میں شہرت پا جانا بہت کم ہوتا تھا چہ جائیکہ عورتیں اپنے خانگی فرائض اور قدرتی فرائض کی ادائیگی کے ساتھ عام طور پر ایسی شہرت کے حاصل کرنے کا کوئی موقعہ رکھتیں۔ اور اسلئے عورتوں کی اُس حالت کا اس حالت سے مقابلہ کرنا جب تعلیم کے وسائل ایسے وسیع ہو گئے ہیں۔ کہ خواہ مخواہ ہر گھر میں تعلیم کو پہنچا رہے ہیں ٹھیک نہیں۔ چوتھا یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس زمانہ کی مہذب عورتیں اُن خانگی فرائض کو تصور میں بھی نہیں لا سکتیں جو گذشتہ زمانہ میں عورت کی اصل فضیلت کا باعث تھے۔ کیونکہ آجکل کسی قدر تو طرح طرح کی کلوں نے عورتوں کو اُن کے فرائض کے ایک حصہ سے سبکدوش کر دیا ہے۔ اور جو کچھ فرائض اب بھی باقی ہیں۔ اُن کی پروا نہیں کی جاتی۔ درحقیقت گھروں کے اندر بہت سے چھوٹے چھوٹے ایسے کام ہیں۔ جن کی طرف توجہ کر کے اور جنہیں پورا کر کے عورت گھر کو ایک جنت بنا سکتی ہے۔ اگرچہ اُن فرائض کی ادائیگی سے وہ ان لوگوں کے دائرے میں شہرت نہیں پا سکتی جو بڑے کہلاتے ہیں۔ اصل سوال تو یہ ہے کہ عملی طور پر عورت کن کاموں کو کر کے اپنے وجود کو نافع اور مفید ثابت کر سکتی ہے۔ ہمارے خیال میں تو یہ اس کے گھر کے اندر کے فرائض ہیں۔ وہ

فرائض جو گھر کے اندر تو اہم سے اہم فرائض ہیں۔ جن سے کسی گھرانے کی خوشحالی وابستہ ہے۔ لیکن باہر کے لوگوں کی نظر میں اُنکی وقعت ایسی نہیں ہوسکتی۔ اگر یہ نہ سمجھ لیا جاوے کہ سوسائٹی گھروں سے ہی بنتی ہے۔ اور اسلئے گھر کی خوشحالی ہی سوسائٹی کی خوشحالی کی بُنیاد ہے +

اسموقعہ پر پہنچکر ایک اور اعتراض پر غور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے جو پردہ کے برخلاف کیا جاتا ہے اور جس پر سب سے زیادہ مسٹر دلاور حسین نے زور دیا ہے۔ جسکے نزدیک لفظ پردہ سے عورتوں کے مستور ہونے کا مفہوم کافی طور پر ادا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی رائے میں سب سے بڑا نقص عورتوں کے مستور رکھنے میں یہ ہے کہ "اس سے دونوں جنسیں یعنی مرد اور عورتیں ایک بڑی خوشی سے محروم رہ جاتی ہیں۔ اور عورتیں تبادل خیالات سے اور مردوں کے علوم میں حصہ لینے سے محروم رہتی ہیں"۔ یہ لفظ ایک ایسے انسان کے مُنہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ جس کو مغربی طریق تمدن سے نہ صرف پرجوش محبت ہی ہے۔ بلکہ اندھا تعصب بھی ہے۔ اور اس کے نزدیک پردہ پر یہ دو اعتراض ایسے ہیں جن سے پردہ کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ یعنی پردہ سے ایک تو وہ خوشی جاتی رہتی ہے۔ جو مردوں کو غیر عورتوں سے مل کر اور اُن سے باتیں کرکے حاصل ہوتی ہے جس حال میں دونوں فریق ایک دوسرے کے شہوانی خیالات کو اُبھارنیکے لئے پوری کوشش کر رہے ہوں۔ اور دوسرا عورتیں مردوں کے علوم میں حصہ لینے سے محروم رہجاتی ہیں۔ مسٹر دلاور حسین پر مبالغہ ختم ہے۔ اگر پردہ کا سخت سے سخت حامی بھی اُس کے ریمارکوں کو پڑھیگا تو وہ حیران ہوگا۔ کہ آیا وہ کسی خیالی سوسائٹی کا نقشہ کھینچ رہے ہیں۔ جس کا وجود اُن کے ذہن سے باہر ہے ہی نہیں۔ یا واقعی دنیا میں کوئی ایسے انسان بھی ہیں جن کے حالات مسٹر دلاور حسین کے سوا اور کسی کو معلوم نہیں۔ اور یا اگر ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی ٹھیک نہیں تو پھر یہ معلوم ہوگا کہ وہ اپنے بیانات کی تائید واقعات سے نہیں کرسکتے۔ بلکہ اس کے لئے اُن کو مبالغہ اور غیر حقیقی امور بیان کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اعتراض کرتے وقت وہ ایک ایسی سوسائٹی کا نقشہ کھینچتے ہیں۔ جس میں کسی مرد کو کسی عورت سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ گویا نہ باپ کو بیٹی سے کوئی تعلق ہے۔ نہ خاوند کو عورت سے نہ بیٹے کو ماں سے۔ اور نہ بھائی کو بہن سے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: "ہر ایک ہندوستانی گھر کے اندر مرد اور عورت بالکل الگ الگ رہتے ہیں۔ الگ الگ بیٹھتے ہیں۔ الگ الگ باتیں کرتے ہیں۔ الگ الگ کام کرتے ہیں۔ الگ الگ کھانا کھاتے ہیں۔ الگ الگ ملاقاتیں کرتے ہیں"۔ یہ کس قدر کھلا جھوٹ ہے۔ پردہ کا حکم تو گھر سے باہر کے لوگوں کے متعلق ہے۔ نہ گھر کے اندر کے لوگوں کیلئے۔ گھر کے اندر جو مرد اور عورتیں ہیں وہ اکٹھے رہتے ہیں۔ اکٹھے بیٹھتے ہیں۔ اکٹھے باتیں کرتے ہیں۔ اکٹھے کھانا کھاتے ہیں۔ ہاں

کام بیشک الگ الگ کرتے ہیں۔ پردہ تو صرف اُن لوگوں سے ہے جو گھر کے اندر نہیں یعنی اجنبیوں سے اور غیر محرموں سے جن کا عورت سے رشتہ داری کا تعلق دور کا تعلق ہے۔ پس مسٹر دلاور حسین کا بیان ہندوستان کے سخت سے سخت پردہ پر بھی صادق نہیں آتا۔ بلکہ ایسا بیان صرف پردہ کو بُرا کرکے دکھانیکے لئے کیا گیا ہے۔ پردہ مردوں کو عورتوں سے الگ نہیں کرتا۔ بلکہ اُس دائرے کو خاص حدود کے اندر رکھتا ہے۔ جس دائرے کے اندر مرد اور عورتیں مل جل سکتے ہیں۔ پس اگر مسٹر دلاور حسین کی کوئی خواہش ہے تو وہ صرف یہ ہے۔ کہ جب ایک مرد اپنی عورت کی صحبت اور گفتگو سے خوش نہ ہو سکے تو اُسے یہ آزادی حاصل ہونی چاہئے۔ کہ اَور عورتوں کی صحبت اور گفتگو سے لطف حاصل کر سکے۔ اس لطف کے حاصل کرنے کو کس حد تک وہ محدود رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ مسٹر دلاور حسین نے بیان نہیں کیا۔ ایسا ہی وہ یہ بھی چاہتے ہیں۔ کہ جب ایک عورت کو اپنے خاوند سے خوشی حاصل نہ ہو سکے تو وہ اور نوجوانوں کے ساتھ مل جل کر لطف حاصل کر لیا کرے۔ یہ ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اسلام اس آزادی کی اجازت نہیں دیتا۔ لطف اور خوشی حاصل کرنے کے تو دنیا میں بہت سارے ذریعے ہیں۔ لیکن ہر حالت میں سوال یہ ہوگا۔ کہ اس طرح پر خوشی یا لطف کا حاصل کرنا جائز ہے۔ اسلئے اہم سوال یہ نہیں کہ لطف اور خوشی کیونکر حاصل کر سکتے ہیں۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ انسان کے لئے جائز ذریعے لطف اور خوشی حاصل کرنے کے کونسے ہیں۔ ایک شخص جو دوسرے کی عورت سے زنا کرتا ہے۔ یا جو کسی عورت کو نکال لیجاتا ہے وہ بھی تو یہی عذر کرتا ہے کہ میں نے لطف اُٹھانے یا خوشی حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا۔ پس اُسکو مسٹر دلاور حسین کیا جواب دینگے۔ جو لطف اور خوشی وہ اجنبی عورتوں کی صحبت سے حاصل کرنے کا عذر پیش کرکے پردہ کو منسوخ کرنا چاہتے ہیں۔ یہی عذر تو ہر ایک زانی بھی کر سکتا ہے۔ ایسا ہی چور اور ڈاکو بھی یہی عُذر کر سکتے ہیں کہ ہم نے مال کے حصول سے خوشی اُٹھانے کے لئے چوری کی یا ڈاکہ مارا۔ کیا مسٹر دلاور حسین نے یہ غور کر لیا ہے۔ کہ یہ سب عُذر صحیح ہیں۔ اور ان سے بھی انسانوں کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اگر یہ عُذرات صحیح نہیں تو وہ اپنی پوزیشن پر پھر غور کریں۔ اور سوچیں کہ کسی ذریعہ سے لطف اور خوشی حاصل کرنا اسی وقت تک صحیح ہوگا جب وہی کسی دوسرے کے دُکھ اور رنج کا ذریعہ نہ بن جاوے۔ یا ایسا بننا ممکن نہ ہووے یہ اصول ہر ایک سوسائٹی میں مسلم ہے۔ ہاں جو چیز ہماری اپنی ہے اُس کے متعلق ہمیں پورا حق حاصل ہے۔ کہ اُس سے پوری پوری خوشی حاصل کریں۔ اب مسٹر دلاور حسین وہ درمیانی خط کھینچ کر دکھاویں۔ کہ کس حد تک ہمیں غیروں کی چیزوں سے لطف اور خوشی حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔ شاید وہ آسانی سے یہی جواب دینگے کہ اسلام نے جو حدود قائم کئے ہیں۔ وہ بہت تنگ ہیں

اور اُن کو اُس حد تک وسیع کرنا چاہیئے جس حد تک مغربی لوگوں نے وسیع کیا ہے۔ یہ اس لئے نہیں کہ وہ کوئی وجوہات ایسے بیان کر سکتے ہیں، جن کی بنا پر ایسی توسیع ضروری ہو بلکہ اس لئے کہ اُن کو اسلام کے ہر ایک قائم کردہ اصول سے نفرت اور مغربی تہذیب کے ہر ایک اصول سے پیار ہے لیکن اُن کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یورپ کے لوگ اس ناجائز آزادی کے نقصان کو خود محسوس کرنے لگے ہیں بہت دن نہیں ہوئے کہ کیکسٹن ہال میں ایک جلسہ میں جسمیں پردہ کے مضمون پر بحث ہو رہی تھی میجر جنرل ڈکسن نے بیان کیا۔ کہ کسی قدر ترمیم کے ساتھ میں مشرقی پردہ کو اچھا سمجھتا ہوں۔ اور مسز تھیوڈور بیک نے (جو مسٹر بیک پرنسپل علیگڈھ کالج کی بیوہ ہے) اس بات پر زور دیا۔ کہ وہ پرلے درجہ کی آزادی جسکے ساتھ مغربی عورتیں نامحرم مردوں کے ساتھ میل جول کر سکتی ہیں بہت ناپسندیدہ ہے (دیکھو اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ)۔

ہمارے ہندوستانی دوست جو پردہ کے موہوم مضرات کے خلاف شور مچا رہے ہیں۔ ایک لمحہ کیلئے اس ناجایز آزادی پر غور نہیں کرتے جو مغرب میں عورتوں کے میل جول میں برتی جاتی ہے۔ وہ خوشی جو مردوں کو مختلف قسم کی عورتوں کے ساتھ ملنے جلنے اور بات چیت کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے وہ حاصل ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ اس کے بد نتائج یوروپ ضرور بھگت رہا ہے۔ اور اس ناجائز میل جول نے بہت سے گھروں کی سچی خوشی پر پانی پھیر دیا ہے۔ یہ کبھی غور نہیں کیا جاتا کہ وہ کونسی بات ہے جس نے بہت سارے گھرانوں کی خوشی کو تباہ کر دیا ہے۔ اور جہاں خوشی ہی خوشی ہونی چاہیئے تھی وہاں ماتم کا لباس پہنا دیا ہے۔ ان تمام ضرروں کا منبع ایک ہی ہے۔ یعنی عورتوں کے غیر محرم مردوں کے ساتھ کھلے تعلقات۔ یہ ضرر انسانی تمدن میں ایسا خلل انداز ہے۔ کہ اگر ایک عورت یا خاوند ناجائز تعلقات پیدا کر کے گھر کی خوشی اور امن میں مخل ہوا ہے۔ تو جو فائدہ ہزاروں آدمیوں کو ایسے مرد یا عورت کی صحبت اور گفتگو سے حاصل ہوا ہو وہ اس نقصان کے مقابل میں ہیچ ہے۔ اگر ایک امیر آدمی کو لوٹ کر دس ہزار بھوکوں کو کھانا کھلایا جاوے تو کوئی مدنی انسان اس فعل کو جائز نہیں سمجھیگا۔ خاوند کی محبت عورت کی ملکیت ہے۔ اور عورت کی محبت خاوند کی ملکیت۔ اور وہ قوم بہت ہی بدقسمت ہے جو انسانوں کے پیسوں کی تو حفاظت کرتی ہے۔ لیکن اس محبت کی حفاظت کے لئے کچھ نہیں کرتی۔ اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ ہر ایک محبت جو ایسے دو اشخاص میں پیدا ہوتی ہے وہ ناجائز نہیں۔ تاہم جب ایک دفعہ حد کو توڑ ڈالا جاویگا تو پھر اس حد کا قائم کرنا مشکل ہوگا۔ کیا اس ناجائز آزادی کا کہ عورت یا خاوند میں سے کوئی کسی تیسرے سے

تعلق پیدا کرسکتا ہے۔ یہ لازمی نتیجہ نہیں ہوگا کہ جب ایک عورت اپنے خاوند کو کسی وجہ سے خوش کرنے کے قابل نہیں رہیگی تو وہ اُور کسی جگہ تعلق پیدا کریگا۔ اور ایسا ہی جب عورت مرد سے خوش نہ ہوگی۔ تو وہ بھی ناجائز تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کریگی۔ یہ محض ایک دعوے ہی نہیں۔ بلکہ امر واقع ہے کہ ان ممالک میں جہاں ایسی آزادیاں ہیں اس قسم کے واقعات بکثرت پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور جو شخص اطمینان کرنا چاہے وہ محکمہ طلاق کی کارروائیوں کو پڑھ کر دیکھ لے۔ ہاں اسی بدی کا علاج اسلام پردہ سے کرتا ہے۔ کیونکہ ان ناجائز اور کھلے تعلقات کو بند کرکے وہ بدکاری کے سامان یا ٹھوکر کھانے کے ذرائع کو کم کرتا ہے +

ہم پھر پردہ کی منسوخی کے مجوزوں کو توجہ دلاتے ہیں۔ کہ یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ امتیازی خط کھینچا جاوے۔ جہاں غیر محرم مردوں اور عورتوں کے تعلقات ختم ہونے چاہئیں۔ کیونکہ ہم خیال نہیں کرتے کہ کسی مہذب انسان کا یہ خیال ہو کہ جس حد تک اور جس قسم کا تعلق کوئی مرد چاہے کسی ایسی عورت سے پیدا کرسکتا ہے جو اُس کی بیوی نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اب یوروپ کے اکثر ملکوں میں زنا جیسی بدکاری قانونی جرم نہیں رہی۔ اور اس سیاہ کاری کو سوسائٹی کے امن میں مخل نہیں سمجھا جاتا۔ تاہم ابھی یہانتک نوبت تو نہیں پہنچی کہ اسے اخلاقی جرم بھی نہ سمجھا جاوے۔ ہم لوگ تو مغربی تہذیب کے اصول سے ناواقف ہیں۔ اور اس لئے ہمیں یہ تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں کہ کیوں ان ممالک میں ایک شلنگ کے چرانے کو تو جرم سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسی خفیف حرکت سے سوسائٹی کے امن میں کوئی ایسا بڑا خلل بھی نہیں آتا۔ اور نہ ہی اُس فرد کی خوشی کو کوئی عظیم الشان صدمہ اس سے پہنچتا ہے لیکن اُس آدمی کے فعل کو مجرمانہ نہیں سمجھا جاتا جو ایک آدمی کی عورت سے زنا کرکے یا اُسکی لڑکی کو نکال کر سارے گھر کے گھر پر تباہی لاتا اور انکی ساری خوشی کو خاک میں ملاتا ہے۔ ممکن ہے کہ ہماری مشرقی سمجھیں ابھی اس عقدہ کو سمجھنے کے قابل نہ ہوئی ہوں۔ مگر اس قدر تو معلوم ہوتا ہے کہ مشرق یا مغرب کی کسی مہذب قوم نے اب تک زنا کو جائز فعل یا حمیدہ فعل نہیں سمجھا۔ اس کے بعد دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زنا کے علاوہ دوسرے افعال جو مرد اور عورت کے ناجائز تعلقات سے پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کی نسبت کیا فیصلہ ہے۔ اس معاملہ میں بیشک اختلاف رائے ہے مسلمانوں میں جو عصمت اور اخلاق کے معنے سمجھے جاتے ہیں۔ اُن کی رو سے تو غیر عورت کی طرف دیکھنا بھی درست نہیں۔ اور پھر نظر بد سے دیکھنا آنکھ کا زنا کہلاتا ہے۔ اور ایسا ہی شہوانی خیالات سے اس کے ساتھ گفتگو کرنا یا اُسکی طرف چل کر جانا یا اُسے ہاتھ لگانا یہ سب باتیں ایک طرح پر زنا ہی سمجھی جاتی ہیں۔ اور ان امور کو مبادی زنا

مانا گیا ہے۔ لیکن مغربی تہذیب میں ان باتوں کو ایسا بُرا نہیں سمجھا گیا۔ حالانکہ اسلام میں وہ زنا کی طرح ہی خطرناک بدیاں سمجھی گئی ہیں۔ اور ان سب باتوں سے ویسا ہی بچنا چاہئے جیسا زنا سے۔ انہیں امور کی روک کے لئے پردہ کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ تا ابتدا میں ہی ان باتوں کی جڑ کٹ جاوے۔ اور وہ امور ہی پیدا نہ ہوں جیسے غیر محرم مرد اور عورت کا تخلیہ یا عورت کا زیب و زینت کر کے غیر محرم مردوں کے سامنے نکلنا وغیرہ جن سے زنا کی ابتدا شروع ہوتی ہے۔ اور اگر ان تمام امور سے بچنے کی تجاویز کرنا مسٹر دلاور حسین کے نزدیک بے سود ہے تو اُسے قایل کرنا ہمارے لئے مشکل ہے۔ اُن لوگوں کے درمیان جن میں زنا یا عورت کو نکال کر لے جانا جرائم نہیں سمجھے جاتے۔ یا کم از کم سخت جرائم نہیں سمجھے جاتے ایسے امور کو جن سے زنا وغیرہ کی ابتدا ہوتی ہے سخت نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاویگا۔ لیکن ایک مسلمان کے نزدیک ایسے سب افعال سخت درجہ کی سیہ کاری میں داخل ہیں۔ پس ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اگر زنا کاری یا اغوا ایسے بُرے افعال سمجھے جاویں جن سے ہر ایک انسان کو نفرت کرنی چاہئے اور کوسوں بھاگنا چاہئے تو پھر یہ ضروری ہوگا۔ کہ ان تمام افعال کے جو غیر مردوں اور عورتوں کے تعلقات کا نتیجہ ہیں انسداد کی تدبیر کرنا ضروری سمجھا جاوے اور وہ تمام افعال جو خواہ زنا یا اغوا کی حد تک تو نہ پہنچیں لیکن ان بدیوں کے محرک ہوں اور انسان کو اس طرف لے جانے والے ہوں سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھے جانے چاہئیں۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ ان کا انسداد ہرگز نہیں ہو سکتا جب تک غیر محرم مردوں اور عورتوں کا کھلا میل جول جائز سمجھا جاویگا۔ اور جوان مردوں اور عورتوں کو جو ایک دوسرے کے محرم نہیں تنہائی میں اکٹھے ہونیکا موقعہ دیا جاویگا۔ پس اصل انسداد ان دونوں باتوں کا ہونا چاہئے اور یہی پردہ کرتا ہے۔ اسلام کا مقدس مذہب اس ناقص اخلاقی حالت پر خوش نہیں ہوتا جس میں زنا اور اُس کے مبادی کو خطرناک جرائم اور ڈراونی چیزیں نہیں سمجھا جاتا۔ اور چاہتا ہے کہ انسان کا دل ایسا پاکیزہ ہو جس کے اندر کوئی بدخیال داخل نہ ہو سکے۔ مغربی قوموں کی پرلے درجہ کی بیقیدی اور آزادی کے ساتھ دل کی ایسی پاکیزگی جیسی اسلام چاہتا ہے جمع نہیں ہو سکتی۔ اور مسٹر دلاور حسین کو اختیار ہے۔ کہ ان دونوں میں سے جس کو چاہے اپنے لئے بطور نمونہ پسند کرے +

الغرض اس اعتراض کو غور کی نظر سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ محض دھوکا ہے معترض کا یہ خیال ہے۔ کہ عورتوں کو غیر محرم مردوں کی صحبت سے دور رکھ کر اسلام بہت ساری انسانی خوشی کے ضائع کرنیکا موجب ہے۔ مگر یہ ٹھیک نہیں پردہ انسانی خوشی کو ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ اس کا محافظ ہے۔ اور ان راہوں کو بند کرتا ہے جن راہوں سے سچی انسانی خوشحالی دُور ہو سکتی ہے۔ انسان کو سچی خوشی غیر عورتوں

کے ساتھ ملنے جلنے سے پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ سچی خوشی کا ذریعہ مرد و عورت کا جائز تعلق ہے۔ اور اسی سچی خوشی کا جو انسان کو اپنے گھر میں حاصل ہوتی ہے پردہ محافظ ہے۔ وہ جھوٹی خوشی جس کی مسٹر دلاور حسین خواہش ظاہر کرتے ہیں سچی انسانی خوشی کی دشمن ہے۔ اور سوسائٹی میں بجائے خوشی کے غم اور رنج کو لاتی ہے۔ جو لوگ کسی امر میں قوم کے مصلح بن بیٹھتے ہیں ان کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ ہر ایک امر کے دونوں پہلوؤں پر غور کر لیں جسے وہ انسانوں کی بہتری کے لئے تجویز کرنا چاہتے ہیں۔ انسان کا سچا ہمدرد وہی ہے جو کسی ظاہری کشش کا ایسا دلدادہ نہیں ہو جاتا کہ ایک اصول کے نقصانوں اور مضرتوں کو بالکل فراموش کر دے۔ مسٹر دلاور حسین پر ہمیں بار بار یہ تعجب آتا ہے۔ کہ ایک طرف تو وہ یہ کہتے ہوئے بھی نہیں جھجکتے کہ دوسری عورت سے نکاح کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ انسان کے دل کے سارے خیالات شہوانی جذبات کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف اس امر پر زور دے رہے ہیں۔ کہ عورتوں کو زیب و زینت کر کے غیر محرم مردوں کے ساتھ کھلے طور پر ملنا جلنا چاہئے اور ایک دوسرے کی صحبت سے لطف حاصل کرنا چاہئے۔ کیا عجیب بات ہے۔ شہوانی جذبات بھی عجیب قسم کے جذبات ہیں۔ کہ مرد و عورت کے جائز تعلق سے تو پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن جہاں ناجائز طور پر مرد و عورت کا اجتماع ہو وہاں پیدا نہیں ہوتے۔ اصل میں یہ سوال بہت پیچیدہ نہیں۔ اور ایک ہی بات سے اس کا آسانی سے فیصلہ ہو سکتا ہے۔ اگر پردہ عورتوں کی تعلیم میں مخل نہیں اور اُن کو کاروبار کرنے سے نہیں روکتا۔ اور ہم اوپر دکھا چکے ہیں کہ وہ ان دونوں باتوں سے منع نہیں کرتا۔ تو پردہ کے دور کرنے سے سوائے نقصان کے اور کچھ حاصل نہیں۔ اور بے پردگی سوائے گھروں کے سچی خوشی کے دُور کرنے اور غم اور رنج پیدا کرنے کے اور کچھ نہیں کر سکتی۔ بعض وقت یہ کہا جاتا ہے کہ پردہ کی بجائے تعلیم کو مروج کرنا چاہئے۔ گویا پردہ اور تعلیم کوئی دو متضاد امور ہیں حالانکہ یہ سچ نہیں اور پردہ میں رہ کر بھی عمدہ سے عمدہ تعلیم حاصل ہو سکتی ہے۔ اور پھر اس امر پر غور نہیں کیا جاتا کہ اکیلی تعلیم تو یہ نتیجہ حاصل کرنے میں ناکام ثابت ہوئی ہے۔ اگر خالی تعلیم سے کوئی ایسا نتیجہ پیدا ہوا ہے تو اُسے پیش کیوں نہیں کیا جاتا۔ کیوں اس سیدھے طریق کو اختیار نہیں کیا جاتا کہ جس قدر تعلیم سے نقص رفع ہو سکتے ہیں۔ اور جو کچھ اس سے انسان کے چال چلن اور سمجھ میں مضبوطی پیدا ہو سکتی ہے وہ بھی ہونے دیجاوے۔ اور یوں تعلیم کا فائدہ اُٹھایا جاوے۔ اور پھر ساتھ اس کے باقی نقصوں کو دور کرنے کیلئے جن کیلئے تعلیم ہرگز روک نہیں ہو سکتی۔ اور نہ اب تک ہوئی ہے۔ پردہ کے مفید اصول کو قائم کر کے دُنیا سے ایک بھاری بدی کو دور کیا جاوے۔

یہ امر طے ہو جانے کے بعد کہ جو خوشی غیر محرم عورتوں کی صحبت سے حاصل ہو سکتی ہے وہ سچی انسانی خوشحالی کے تباہ کرنے کا موجب ہے۔ اب ہم مسٹر دلاور حسین کے دوسرے اعتراض پر غور کرتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ جس صورت میں غیر محرم مرد اور عورتیں اکٹھے مل جل کر بیٹھ نہیں سکتے اور گفتگو کر نہیں سکتے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ خیالات کے تبادلہ سے عورتیں محروم رہ جاویں گی۔ اور جو علوم مردوں کے ذریعہ دُنیا میں آوینگے اُن میں وہ شریک نہیں ہو سکینگی۔ اور اُن سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکینگی۔ پردہ کی منسوخی کے مجوز اور سخت مروجہ پردہ کے حامی دونوں ایک ہی غلطی کے مرتکب ہیں۔ وہ عام لوگوں کی حالت پر غور نہیں کرتے اور اور انسانوں کی بڑی بھاری تعداد کے فواید کو چھوڑ کر اور صرف چند لوگوں کو مدنظر رکھ کر وہ نتائج پیدا کرتے ہیں جن کا اثر کل انسانوں پر پڑتا ہے حالانکہ ایسے قواعد تجویز کرنے کے لئے ضروری یہ ہے کہ بڑے حصہ کی حالت کو دیکھا جاوے۔ اور جو چند کس ان عوام سے الگ ہیں اُن کو بطور مستثنےٰ کے سمجھا جاوے۔ اصل سوال اس جگہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ عورت کے کام کا اصل دائرہ کیا ہے۔ عورت سے مراد ہماری وہ عورتیں نہیں۔ جو علمی اشغال رکھتی ہیں۔ کیونکہ وہ تو شاذ و نادر کے طور پر پائی جاتی ہیں۔ بلکہ عورت سے مراد کام کرنیوالی عورتیں ہیں۔ اور اسی جماعت میں دُنیا کی بڑی کثیر تعداد آتی ہے۔ پس دیکھنا یہ ہے کہ عورت عملی طور پر کس حالت میں مفید ہو سکتی ہے۔ اور اسی سوال سے ساری بات طے ہو جاتی ہے۔ اگر ہم کوئی ایسی سوسائٹی فرض کرلیں جس میں عورتوں کو سوائے علمی اشغال کے اور کوئی شغل نہ رہے یا کم از کم علمی اشغال ہی ان کے سب سے بڑھ کر ضروری اور اہم اشغال ہوں۔ تو بیشک مسٹر دلاور حسین کے اعتراض کو وقعت کی نظر سے دیکھنا ضروری ہوگا لیکن کیا ایسی حالت کا فی الواقع ہونا بھی ممکن ہے۔ کیا یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ وقت بھی آجاویگا جب انسانوں کی ایک کثیر تعداد ہر ایک قسم کی محنت اور کاروبار سے فارغ ہو جاویگی۔ اور علمی مشاغل کے سوائے اور کوئی مشغلہ اُن کا نہ رہ جاویگا بظاہر ایک بھی ایسا واقعہ نہیں جو اس کی تائید کرتا ہو۔ مغربی تہذیب کے پھیلنے کا اگر دنیا میں کوئی اثر ہوا ہے تو یہ ہوا ہے کہ کاروبار کے مشغلے اور بھی بڑھ گئے ہیں۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ بہت ساری سہولتیں بھی پیدا ہو گئی ہیں۔ مگر تاہم اس سے انسانی محنت اور کاروبار میں کسی قسم کی تخفیف نہیں ہوئی۔ بلکہ بہت سارے نئے نئے میدان انسانی محنت کے لئے پیدا ہو گئے ہیں۔ اس لئے جہانتک ہمارے موجودہ ذرائع علم کے ہیں ہم اسی نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ آدمیوں اور عورتوں کی کثیر تعداد کاروبار اور محنت سے کبھی فارغ نہیں ہو سکتی۔ اور علمی مشاغل ایک تنگ دائرہ تک ہی محدود رہ سکتے ہیں۔ اصل غلطی جو پردہ کے متعلق ہر دو فریق کر رہے ہیں۔ وہ یہی ہے کہ وہ عوام کی حالت پر غور نہیں کرتے۔ بلکہ چند ایک ممتاز انسانوں کو سامنے رکھ کر نتیجہ وہ نکالتے ہیں جس کا اثر عوام پر پڑتا ہے

اور اس لئے ہر دو کے نتائج غلط وجوہات پر مبنی ہیں +

جو لوگ اپنے آپ کو عورتوں کا ہمدرد ظاہر کرتے ہیں وہ شاید یہ سُن کر خوش نہ ہوں کہ عام انسانوں کی حالت پر وسیع نظر کر کے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ عورت کے اصلی اور اہم فرائض گھر کے اندر کے فرائض ہیں۔ کیونکہ عورت کی اصلی حیثیت زوجہ اور ماں ہونیکی حیثیت ہے۔ اور اس حیثیت سے ہم اُس وقت تک عورت کو الگ نہیں کر سکتے جبتک کہ دنیا کا اور اُس کے ساتھ تمام تہذیبوں کا خاتمہ فرض نہ کر لیں پس کوئی تہذیب بھی اس قانون قدرت کو ٹال نہیں سکتی جس کے رو سے قدرت نے بچے جننے اور اُن کی پرورش کرنے کا بوجھ عورت کے ذمے ڈالا ہے اور نہ ہی کسی مہذب قوم کی عورتوں نے اب تک اس بوجھ سے آزادی حاصل کر لی ہے۔ ہاں اگر ہمارے مسلمان بھائیوں پر یہ ثابت ہو جاتا کہ بچہ جننے کا بوجھ مغربی تہذیب نے عورت سے ہٹا دیا ہے۔ تو البتہ عورتوں کے ساتھ اُن کی ہمدردی کا اُس وقت یہ تقاضا تھا کہ وہ کہتے کہ ہماری عورتیں بھی اس بوجھ سے آزاد ہونی چاہئیں۔ مگر جس صورت میں ابھی تک تہذیب اس سے قاصر ہے۔ اور آئندہ بھی کوئی صورت اس قانون قدرت کے ٹل جانے کی نظر نہیں آتی تو ضرور ہے۔ کہ ہر ایک سوسائٹی میں عورت کے خانگی فرائض اور گھر کے اندر کے کاروبار کو اُس کے اصلی فرائض قرار دیا جاوے۔ لفظ کہدینا تو آسان بات ہے جیسے مسٹر دلاور حسین کہتے ہیں کہ عورت زمین پر اپنی اُس آسمانی اور فرشتوں والی خصلت کو ظاہر کرنے کیلئے پیدا ہوئی ہے جو محبت سے پیدا ہوتی ہے۔ مگر اُنہوں نے یہ نہیں سوچا کہ عورت کی یہ خصلت کیونکر کب اور کہاں ظاہر ہو سکتی ہے۔ کیا اس کا ظہور بڑے بڑے علمی لکچروں کے سننے یا پولیٹیکل جھگڑوں میں وقت ضائع کرنے یا عام مجمعوں میں مباحثات کرنے سے ہوگا۔ یا اُن چھوٹے چھوٹے کاموں کے ذریعہ سے عورت کی یہ محبت ظاہر ہوتی ہے جو غیروں کی نظر میں تو چھوٹے چھوٹے ہیں مگر جو درحقیقت بڑے مفید اور قیمتی کام ہیں گھر کے اندر کے کام جیسے خاوند کے ساتھ اعلےٰ درجہ کی محبت اور نیکی کا سلوک اور خاوند بیٹوں اور بھائیوں کے ساتھ اس محبت کا اظہار اور اُنکی خدمتگذاری بچوں کی پرورش اور نیک تربیت۔ اپنے گھر میں بوڑھوں اور کمزوروں اور بیماروں کی خبرگیری میں اَن تھک محنت اور صبر اور استقلال سے کام لینا اور یا سخاوت اور فیاضی کے وہ کام جنمیں عام انسانوں کی ہمدردی پائی جاوے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ یہی موخرالذکر کام ہی وہ کام ہیں جنمیں عورت کی سچی محبت کا اظہار ہو سکتا ہے۔ مسٹر دلاور حسین کو اختیار ہے کہ وہ یہ سمجھ لیں کہ عورت کی یہ خصلت جس کا اظہار اُنکو ایسا پسندیدہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ لکچروں کے سُننے اور ملکی امور میں جھگڑے کرنے سے ہی ظاہر ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ گھر کے اندر اُن کو ایسے اظہار کے دیکھنے کا موقعہ نہ ملا ہو۔ مگر دنیا نہ یہ سمجھتی ہے اور نہ ہی سمجھ سکتی ہے۔ کیونکہ تمام دُنیا کے نزدیک عورت کے اعلےٰ درجے کے صفات

گھر کے اندر ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ اور جس اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ کے کام کے لئے اُس کو قدرت نے بنایا ہے وہ گھر کے اندر کا ہی کام ہے مگر صرف ذہنی قوے کی تیزی سے عورت کے ان صفات کے اظہار میں کچھ مدد نہیں ملتی۔ اور اس لئے عورت کے لئے سب سے زیادہ ضروری چیز وہ نہیں جس پر مسٹر دلاور حسین زور دیتے ہیں۔ کہ اُسکی گفتگو کے دائرے کو وسیع کیا جاوے اور اُسے موقع دیا جاوے کہ ہر روز ایک نئے اجنبیوں کے دائرے میں فضول باتیں کر کے اُن کو خوش کر آیا کرے یا اُن سے خوش ہو آیا کرے ہر ایک ضروری اور کام کی گفتگو کے لئے اُسے اپنے گھر کے اندر بھی بہت سارا موقعہ ملتا ہے بلکہ یہی محبت کی گفتگو جو عورت کو گھر کے اندر نصیب ہوتی ہے وہ گفتگو ہے جو انسان کی خوشی کو بڑھاتی ہے اور اُس کے لئے تسکین کا موجب ہوتی ہے +

اس اعتراض میں ایک اور غلط فہمی بھی ہے جس کا ازالہ ضروری ہے کسی شخص کے علوم سے فائدہ اُٹھانے کے لئے اُس سے مل کر گفتگو کرنا لازمی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر ایک بڑے آدمی کے علم سے کُل کی کُل دُنیا سوائے اُن معدودے چند اشخاص کے جنکو اُس کے ساتھ گفتگو کا موقعہ ملتا بکلی محروم رہ جاتی اور یوں علم کے سارے ذخیرے ہمیشہ کے لئے برباد جاتے۔ بلکہ خدائے تعالےٰ نے ایسے سامان پیدا کر دئے ہیں۔ کہ تنہائی کے گوشہ میں بیٹھ کر بھی ہم ہر ایک زمانے کے بڑے بڑے آدمیوں کی باتوں کو سن سکتے ہیں۔ اور ان کے علوم سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ آج کل جو گفتگو کا جنون ہو رہا ہے۔ اس میں عورتوں کو بھی شامل کیا جاوے۔ یہ ہماری سمجھ میں بالکل فضول بلکہ نقصان دہ امر ہے۔ ان گفتگوؤں کا ماحصل کیا ہوتا ہے؟ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہر ایک شخص یہ چاہتا ہے۔ کہ مَیں کچھ باتیں کر کے اور لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف پھیر کر بڑا آدمی بن جاؤں۔ اور گفتگو کسی غرض سے نہیں کی جاتی سوائے اس کے کہ اُسوقت سامعین پر اس کا اثر پیدا ہو اور وہ گفتگو کرنے والے کو بڑا آدمی سمجھ لیں۔ یہ بیماری اس وقت مغربی سوسائٹی کو لگی ہوئی ہے۔ اور بجائے اس کے کہ ان کی گفتگوئیں قدرتی طور پر ہوں۔ اور اخلاص کی باتوں سے اصل غرض کسی کو فائدہ پہنچانا ہو ہر جگہ یہ مقابلہ لگا ہوا ہے کہ ہر ایک شخص یہی چاہتا ہے کہ مَیں ہی چند باتیں کر کے بڑا آدمی بن جاؤں۔ اور وہ باتیں صرف موقعہ کے لحاظ سے کی جاتی ہیں نہ نتیجہ کے لحاظ سے۔ پس سچی اور حقیقی طور پر مفید گفتگو وہی ہے جو یا تو سچے اور مخلص دوستوں کے درمیان ہو سکتی ہے اور یا گھر کے اندر۔ مگر جہاں ہر ایک شخص کا یہی خیال ہو کہ میں ہی گفتگو کر کے سامعین کے اندر شہرت پا جاؤں ایسی گفتگو سے احتراز ہی لازم ہے۔ اور ہر ایک انسانوں کے بہی خواہ کا فرض ہے۔ کہ وہ اس قسم کی جھوٹی اور بناوٹی گفتگوؤں سے جن کی غرض نہ کسی امر کا احقاق ہوتی ہے۔ اور نہ ہی کوئی واقعی اور حقیقی فائدہ۔ خود بچے اور دوسروں کو بھی اس سے

بچانیکی کوشش کرے کیونکہ سوسائٹی کی اندھا دھند تقلید کرنے سے انسان کامیاب نہیں ہوسکتا ہاں اگر کوئی حکمت کی بات ہمیں مغربی سوسائٹی میں بھی نظر آجاوے تو ہمارا فرض ہے کہ اُسکو حاصل کرنیکی کوشش کریں +

(باقی آیندہ)

نوٹ اور ریویو

نیوگ: نیوگ کے مسئلہ پر جیسے آریہ سماج میں اسکی تعلیم دیجاتی ہے۔ کئی دفعہ ہم اسی رسالے میں بحث کرچکے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا کہ آریہ سماج کو یہ توجہ دلائی گئی تھی۔ کہ اگر وہ واقعی نیوگ کو ثواب کا کام سمجھتے ہیں اور اُسے اخلاق فاضلہ سے گرا ہوا خیال نہیں کرتے تو وہ ایسے مردوں اور عورتوں کی صحیح صحیح فہرست شائع کریں جنہوں نے واقعی نیوگ کیا اور کرایا اور پھر ایسے تعلقات سے جو اولاد پیدا ہوئی ہو اُسکی بھی فہرست شائع کریں۔ تاکہ پبلک کو یہ یقین آجاوے کہ واقعی سماج اس اصول پر جسکی تعلیم خود سماج کے بانی نے دی ہے کاربند ہے۔ اور ایک ایسے فعل کے کرنے میں سماج کو کچھ عار نہیں جو تمام دنیا کے نزدیک شنیع سمجھا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ آریہ سماج اس قدر اخلاقی جرات نہ دکھا سکا کہ اس درخواست کے مطابق وہ ایک فہرست شائع کر دیتا لیکن اب ہمیں اس کے پورا ہونیکی کسی قدر امید معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک طرف تو آریہ سماج کے بڑے معزز اور مقتدر ممبروں نے پبلک میں نیوگ کی حمایت کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ آریہ اخبارات عام پبلک کے سامنے اس تعلیم کے فلسفہ کو پیش کرکے ضرور اُن کا اطمینان کرنے کی کوشش کرینگے۔ اور فہرستوں والے مطالبہ کو بھی پورا کئے بغیر نہ چھوڑینگے۔ کیونکہ مباحثہ میں صحت نیت شرط ہے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ہر ایک جائز مطالبہ کو پورا کیا جاوے۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس مباحثہ کا فریق ثانی یعنی برہمو سماج بھی یہی مطالبہ آریہ سماج سے کر رہا ہے۔ چنانچہ برہمو سماج کا انگریزی اخبار یونیٹی اینڈ منسٹر جو کلکتہ سے نکلتا ہے۔ لکھتا ہے "آریہ سماج کے اصول اخلاق جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ آریہ سماج ایک طرف تو دیگر معاملات میں تہذیب یافتہ ہے۔ اور ملک کی حالت کو بہتر کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ اور دوسری طرف اخلاق کے پہلے اصول کو بھی نہیں سمجھ سکتا تو یہی سمجھ آتا ہے کہ انسانی فطرت کے اندر ہی ایسا تضاد موجود ہے۔ ہم اس جوش کو دیکھ کر حیران ہیں۔ جس جوش سے یہ لوگ نیوگ (جس کا لفظی ترجمہ اُس لحاظ سے جو یہ لفظ یہاں لکھا گیا ہے خلاف مناکحت ہے) کی تائید اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ جس سے مراد یہ ہے کہ اپنی زوجہ کے سوا دوسری عورت سے تعلق پیدا کرنا اس غرض سے کہ اولاد پیدا کی جاوے۔ ایک آریہ سماج کے لیڈر نے ایک لکچر کے اثنا میں جو

اُس نے ایک سماج کے جلسہ میں دیا۔ اس بدکاری کی رسم کی جس کی کسی طرح پر حمایت نہیں کی جا سکتی تائید اور حمایت میں بہت کچھ کہا۔ ایک آریہ اخبار نے اس خطرناک سیہ کاری کو تمام بدیوں کا تریاق بیان کیا ہے۔ اور وہ کہتا ہے کہ جن لوگوں کے اخلاقی معیار میں یہ بدرسم ہے وہ قابل رحم لوگ ہیں جن کی قسمت میں جہالت کے اندر غرق رہ کر تباہ ہونا لکھا ہے۔ کیا کوئی انسان ایسا اندھا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جب مذہبی تعصب اور طرفداری کسی شخص کو اندھا کر دیتی ہے تو اُسے اُسکی غلطی کا قائل کرنا قریباً ایک محال امر ہو جاتا ہے۔ اگر سچ سچ کہا جاوے تو بڑے نرم الفاظ میں ہم یہ کہینگے کہ یہ رسم ساتویں حکم کی خلاف ورزی ہے (یعنی توریت کے دس احکام میں سے ساتویں حکم کی) کیا ہمارے آریہ دوست ان اشخاص کی ایک فہرست شائع کر سکتے ہیں یعنی اُن مردوں اور عورتوں کی فہرست اُن کے صحیح صحیح نام اور مفصل پتے دے کر جنہوں نے درحقیقت اس قسم کے تعلقات پیدا کئے ہیں"

اخبار مذکور کے اخیری الفاظ کو ہم اس جگہ نقل نہیں کرتے کیونکہ اخبار آریہ پتر کا اُن کی سختی کا شاکی ہے لیکن افسوس ہے کہ اس سختی کے بہانے سے اس معقول درخواست کا جواب دینے سے ہی انکار کر دیا گیا ہے۔ اگر کوئی سختی اخبار مذکور نے کی بھی ہو تو یہ اس کا قصور نہیں بلکہ خود نیوگ کی تعلیم ہی انسان کے اخلاقی احساسات کو اس قدر صدمہ پہنچانیوالی ہے کہ حقیقت نیوگ کو کھولکر دکھانا ان لوگوں کیلئے جن کے مذہب کی روح رواں ہی نیوگ ہے اشتعال اور رنج کا باعث ہو جاتا ہے بلکہ یہ تو ایک الگ امر ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب کبھی کوئی انسان کسی عقیدہ کو غلط یقین کر کے یا کسی رسم کو نقصان دہ سمجھ کر اس پر حملہ کرتا ہے تو اُس کو لازماً ایسے لفظ استعمال کرنے پڑتے ہیں جو کسی قدر درشت ہوتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر احقاق حق اور ابطال باطل نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ نیوگ کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے۔ کہ اس کو نہایت نرم الفاظ میں بیان کرنا بلکہ اُن الفاظ مین بیان کرنا جن الفاظ میں آریوں کی کتاب مقدس یعنی ستیارتھ پرکاش میں یہ بیان کیا گیا ہے مباحثہ کی تہذیب پر کسی قدر اثر ضرور ڈالتا ہے۔ ہاں جب ایک شخص کو مجبوراً حق اور باطل میں فرق کر کے دکھانا پڑتا ہے۔ تو اس کو یہ ناگوار کام بھی کرنا پڑتا ہے یعنی اصول نیوگ کو بیان کرنا پڑتا ہے۔ پس مخالف مباحث اُس وقت تک بالکل معذور ہے جب تک وہ کسی مذہب کے اصول پر موافق یا مخالف لکھتا ہے ہاں اگر وہ ذاتیات پر حملہ کرے تو بیشک قابل مواخذہ ہے لیکن اگر ناپاک رسموں کو مذہبی عقاید میں داخل کر دیا جاوے تو پھر کسی منقد کا اس میں کیا قصور ہے۔ اسی وجہ ہم مسٹر ہردیال ایم۔ اے کو بھی اس ریزولیوشن کی تحریک کرنے میں حق پر سمجھتے ہیں۔ کہ "لاہور کے باشندوں کا یہ جلسہ یہ ریزولیوشن پاس کرتا ہے۔ کہ نیوگ کا اثر ہماری سوسائٹی کی اخلاقی حالت کے لئے سخت خطرناک اور نقصان رساں ہے"۔ اگر آریہ سماج یہ بات چاہتا ہے کہ نیوگ کو بھی

دوسرے مذہبی اعتقادوں کی طرح پبلک کو یہ اطمینان دلاوے کہ اس رسم میں واقعی کوئی بات خلاف تہذیب نہیں اور یہ بھی ثابت کرے کہ آریہ اخباروں میں اس قسم کے اشتہارات کا نکلنا کہ فلاں شخص نیوگ کے لئے تیار ہے پس جو عورت نیوگ کرانے کی خواہشمند ہے۔ وہ اُس سے نیوگ کرادے فحش کی حد تک نہیں پہنچتا +

صحیح سمجھا جاوے تو اس کا فرض ہے کہ

وہ کیا چیز ہے جو عیسائیوں کو اسلام میں نظر نہیں آتی

:- ایک لکچر میں جو بمقام برسٹل کلیسیا کے ایک مجمع میں "عیسائیت اور دوسرے مذاہب" پر دیا گیا۔ پادری ایچ جی گرے نے جو اس سے پہلے پنجاب میں پادری رہ چکے ہیں۔ اور اب وکلف ہال اکسفورڈ کے پرنسپل ہیں مذہب عیسوی کا اسلام کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے بیان کیا کہ اسلام کی پاک کتاب یعنی قرآن شریف "گناہ کی حقیقت بیان کرنے یا گناہ سے ..... چھڑانے کے لئے کوئی نئی چیز نہیں لایا جو معمولی قانون قدرت سے باہر ہو۔ اور اس میں مسیح مصلوب یا مسیح مبعوث .....
جیسی کوئی چیز نہیں ہے"۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو ہر ایک مسلمان فخر سے بیان کر سکتا ہے کہ اسلام کا پاک مذہب واقعی کوئی ایسی بیہودگی جیسے کفارہ یا تثلیث وغیرہ نہیں سکھاتا بلکہ وہ طریق بتاتا ہے جو عقل اور قانون قدرت کے مطابق ہے۔ جیسا کہ یہ امر یقینی ہے کہ خدا موجود ہے جس نے دنیا کو پیدا کیا اور پھر جیسا کہ یہ امر یقینی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسانوں کو وہ طریق سکھایا ہے جس پر چل کر وہ گناہوں سے نجات پا سکتے ہیں ایسی ہی قطعی اور یقینی یہ بات ہے کہ کفارہ انسانوں کا اپنا اختراع ہے۔ اور گناہ کا تریاق نہیں بلکہ ایک زہر ہے جو جو چنگے بھلوں کو ہلاک کر دینے والا ہے۔ کیا عیسائیوں کو کبھی یہ خیال نہیں آتا حالانکہ وہ توریت اور دیگر صحفِ انبیاء کے الہامی ہونے پر یقین رکھنے کا دعوے کرتے ہیں۔ کہ ہزارہا سال تک خدا تعالےٰ گناہ سے نجات کا ایک طریقہ بذریعہ وحی کے اپنے خاص بندوں کی معرفت بتاتا رہا حالانکہ بموجب اعتقاد عیسائیوں کے وہ غلط طریقہ تھا گویا خدا خود ہی اپنے کلام سے انسانوں کو غلطی میں ڈالتا رہا۔ اگر وہ طریق جو اسلام گناہ سے نجات کے لئے پیش کرتا ہے صحیح نہیں ہے تو عیسائیوں کو یہ ماننا پڑیگا کہ اللہ تعالےٰ نے خود ہی ہزارہا انسانی نسلوں کو یہ طریقہ سکھا کر غلطی میں مبتلا کیا۔ کیونکہ یہی وہ طریقہ ہے جو انبیاء بنی اسرائیل کو سکھایا گیا جو بموجب اعتقاد عیسائی صاحبان سچے نبی اور خدا کی طرف سے تھے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی اندھیر ہو سکتا ہے۔ اور پھر تعجب پر تعجب یہ کہ یہ علاج جو ہزارہا سال کے بعد خدا کو بموجب اعتقاد عیسائیان سوجھا وہ ایسا نکما نکلا کہ سترہ یا اٹھارہ سو سال کے عرصہ کے اندر اندر اس کا پول ظاہر ہو کر تمام عقلمند انسانوں کو اس سے برگشتہ ہونا پڑا اور عیسائی کہلا کر بھی یہ اعتقاد چھوڑنا پڑا بلکہ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ اس وقت کل عیسائی دُنیا باستثنائے اُن لوگوں کے جن کو تعصب حق

دیکھنے نہیں دیتا اس کفارہ کے عقیدہ سے بیزار ہو چکی ہے۔ اور اس امر کو تسلیم کر چکی ہے کہ کفارہ گناہ کا علاج نہیں اور مسیح کا جی اُٹھنا ایک کہانی ہے۔ بلکہ کلیسیا کے بڑے بڑے عہدہ دار سب اسی بات پر متفق ہیں۔ اور انسکلوپیڈیا ببلیکا اس پر شاہد ہے۔ کہ مسیح کے صلیب کے واقعات جو انجیلوں میں مذکور ہیں۔ ان میں نہایت صریح متضاد بیانات پائے جاتے ہیں۔ کیا انہیں ناقابل اعتبار اور ردی بیانات کی بنا پر جو ایک دوسرے کو جھٹلا رہے ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ عیسائی مذہب میں مسیح مصلوب گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔ حالانکہ ایک بھی قابل اعتبار گواہ صلیب پر مرنے اور جی اُٹھنے کا نہیں ہے۔ اس لئے آج کل کے عیسائی لیڈروں کی نظروں میں مسیح مصلوب اور دوبارہ جی اُٹھا ہوا مسیح بالکل بے حقیقت اور محض لغو باتیں ہیں۔ اور اس کے ذریعہ سے گناہ سے نجات پا جانا ایک دھوکا تھا جو اٹھارہ سو سال عیسائی دنیا کو لگا رہا۔ اور اس قدر عرصہ کے گذرنے کے بعد اب اُس کی حقیقت بھی طشت از بام ہو گئی ہے۔ پس اگر عیسائی صاحبان کے ہاتھ میں کوئی قطعی اور یقینی ثبوت ان واقعات کا ہے۔ تو انکو سوائے اسکے اور کچھ کہنے کا حق حاصل نہیں کہ اسلام کو وہ ایک بڑی بیوقوفی سے پاک دیکھتے ہیں۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر بیوقوفی کیا ہو سکتی ہے۔ کہ ایک آدمی مر گیا تو اُس کے ساتھ ہی کل دُنیا یا کل عیسائی دنیا میں سے خدا کی نافرمانی کی روح ہی مر گئی۔ حالانکہ یہ نافرمانی کی روح عیسائی دُنیا کے اندر پرورش پاکر ایسی موٹی تازی ہو رہی ہے۔ کہ جس کی نظیر اور کہیں تلاش کرنا عبث ہے۔ لیکن اگر اتنی بات کا کہ مسیح مصلوب ہوا اور جی اُٹھا عیسائیوں کے ہاتھ میں کچھ بھی ثبوت نہیں تو پھر اُن کو چاہئے کہ بہت جلدی اس دھوکے سے باہر نکلنے کی کوشش کریں جس میں وہ پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم مانتے ہیں۔ کہ اسلام گناہوں سے نجات کا وہ طریق سکھاتا ہے جو عقل کے مطابق ہے۔ اور جس کا موید خدا کا قانون قدرت بھی ہے۔ اور جو عیسائیوں کے عقائد کے بموجب خود خدائے تعالےٰ نے بذریعہ اپنی وحی کے سینکڑوں انسانی نسلوں کو سکھایا عجیب بات یہ ہے کہ ذوی العقول کہلا کر پھر اُس طریق پر حملہ کیا جاوے جو عقل کے مطابق ہے +

یہودیوں میں دہریت: جس پختگی اور مضبوطی سے یہودی لوگ باوجود مختلف ممالک میں تتر بتر ہونے کے اپنی مذہبی رسوم اور عقاید پر جمے رہے ہیں اُس کی نظیر کم دیکھی جاویگی۔ مگر زمانے میں دہریت کی ہوا اس قدر تیز چل رہی ہے۔ کہ نیویارک ایسٹ سائیڈ میں دس ہزار یہودیوں نے کھلے طور پر دہریت کو اختیار کر لیا ہے۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ کئی ہزار یہودی دل میں مذہبی عقاید سے بیزار ہیں۔ لیکن بظاہر ان کو خاندانی جھگڑوں کی وجہ سے یا نوکری کے کھوئے جانے کے اندیشہ

سے نہیں چھوڑتے۔ کیا پہلے بھی کسی زمانہ میں دہریت کی یہ اس قدر تیز ہوئی ہے جبکہ آسمان سے کوئی مصلح پیدا نہ ہوا ہو۔ پھر اس وقت سے بڑھ کر اور کونسا ضرورت کا وقت ہوگا جبکہ خدا تعالےٰ خود آسمان سے انسانوں کی دستگیری فرماوے۔ اور اپنے کسی مرسل کے ہاتھ پر آسمانی نشان ظاہر فرما کر دوبارہ ایمان کو دلوں میں قائم کرے لیکن عیسائی صاحبان باوجود ہستی باری تعالےٰ کے انکار کی ان تیز و تند ہواؤں کے یہی کہے چلے جاتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح اور ان کے حواریوں کے زمانے کے بعد آسمانی نشانوں کی ضرورت ہی نہیں۔ اس زمانہ سے بڑھ کر اور کونسا زمانہ اس امر کا محتاج ہے کہ ایک شخص خدا تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہو اور اس کی ہستی کے طاقتور نشان ظاہر کر کے دلوں میں یقین اور عرفان کی قوت پیدا کرے ہاں عین اسی وقت پر خدائے تعالےٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اپنے بندے **مرزا غلام احمد** کو مسیح کے رنگ میں ظاہر کیا۔ پس جن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالےٰ کی ہستی کے متعلق شکوک اور شبہات پیدا ہو رہے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ وہ اس کے پاس آویں اور اپنے ایمان کو مضبوط کریں۔ گذشتہ نشانات کے قصص اس وقت کام نہیں دے سکتے۔ بلکہ ایمان اور یقین کے پیدا ہونے کے لئے خدا تعالےٰ کی وحی کے تازہ پانی کی ضرورت ہے +

چند روزہ نکاحوں کی تجویز: یہ کسقدر تعجب کی بات ہے کہ عیسائی ممالک آہستہ آہستہ تمام اسلامی اصولوں کی طرف چلے آتے ہیں۔ اور باایں ہمہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اسلام مغرب کی تہذیب یافتہ قوموں کے مناسب حال نہیں۔ عیسائیوں کے نزدیک نکاح کا فسخ کرنا قریباً قریباً ہمیشہ محالات سے سمجھا جاتا رہا ہے۔ لیکن عملی طور پر یہ تجویز سوسائٹی کے امن میں سخت مخل ثابت ہوئی ہے۔ جیسا کہ اخبار ٹروتھ سیکر کہتا ہے "کہ ہزارہا مرد و عورت کے جوڑے جو اس عیسائی خیال کے منکر ہیں اور نکاح کو انسانی انتظام سمجھتے ہیں یہی ایسا انتظام جو ضرورت کے وقت توڑا جا سکتا ہے وہ تو موت کے وقت تک خوشی سے اکٹھے رہتے ہیں۔ اور ایسے ہی ہزارہا جوڑے جو نکاح کے معاہدہ کو ناقابل انفساخ سمجھتے ہیں وہ تمام امور میں سوائے کھانے اور سونے کے اور بعض اوقات ان امور میں بھی الگ الگ ہوتے ہیں۔ اور ایسی زندگیاں بسر کرتے ہیں جو دنیا میں وحشی اور حیوانات بسر کرتے ہیں"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی عقاید کو آخر کار کیسی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ انسانی حالات اور تقاضائے فطرت انسانی کے مطابق نہیں ہیں +

مسٹر بارج میریڈیتھ ولایت کا مشہور ناولسٹ نکاح میں ایک ترمیم کی تجویز پیش کرتا ہے۔ اور وہ

کہتا ہے کہ نکاح کچھ عرصہ کے بعد مثلاً دس سال کے بعد خود بخود فسخ ہو جانا چاہیئے۔ تاکہ فریقین از سرِ نو زیادہ خوشحالی کا انتظام کر سکیں۔ ایسی ایسی تجویزیں جو آئے دن ہوتی رہتی ہیں۔ اس بات پر شاہد ہیں کہ عیسائیت کے قایم کردہ رواجوں پر لوگ بالکل غیر مطمئن ہو رہے ہیں۔ اگر اس تجویز کی اصل غرض کو ٹٹولا جاوے۔ تو وہ صرف اسیقدر معلوم ہوگی کہ نکاح زیادہ آسانی سے فسخ ہونیکے قابل ہونا چاہیئے کیونکہ انسانی فطرت عیسائی تشدد کی برداشت نہیں کر سکتی۔ اسلئے اگر طلاق کے معاملہ میں عدالتوں کا دخل نہ رہے۔ تو وہی مطلب زیادہ آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور سوسائٹی اس صورت میں عارضی نکاحوں کے نقصانوں سے بچ رہیگی۔ اگر طلاق کے معاملہ میں عیسائی دنیا صرف اسلامی عقیدہ پر قایم ہو جاوے تو اسکی ساری مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔ لیکن اگر خود بخود وہ ان پاک اصولوں کو اختیار نہ کرینگے۔ تو زمانہ مجبوراً اُن کو انہی اصولوں کی طرف لاویگا اور عیسائی اصولوں کے تشدد کے خلاف اس قسم کی تجویزوں کا پیش ہونا صریح علامت اس بات کی ہے کہ وہ دن قریب ہے۔ جب اسلامی مسئلے عیسائی دنیا میں عام طور پر مقبول ہو جاوینگے +

ماسٹر عبدالرحمن صاحب مدرس تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان نے جنہوں نے کچھ عرصہ ہوا مذہب اسلام کو قبول کیا تھا۔ ایک کتاب بنام اختیار الاسلام تین حصوں میں لکھی ہے۔ جس میں آریہ سماج کے اعتقادات پر مفصل بحث کی گئی ہے اور نیز یہ دکھایا گیا ہے کہ بابا نانک اصل میں سچے مسلمان تھے۔ کتاب واقعی عمدہ ہے اور طالبان حق کے لئے انشاء اللہ تعالےٰ مفید ثابت ہوگی۔ تینوں حصے کوئی چار سو صفحے کے قریب ہیں اور قیمت ..... عہ رکھی گئی ہے۔ مصنف سے ملسکتی ہے +

اسلامیہ کالج ماہوار میگزین زبان انگریزی میں اسلامیہ کالج لاہور کی طرف سے نکلنا شروع ہُوا ہے۔ اس کے ایڈیٹر کالج کے پرنسپل مسٹر عبدالغنی صاحب بی۔ اے ہیں۔ امید کیجاتی ہے کہ اُن سوالوں پر روشنی ڈالکر جو آج کل تعلیم یافتہ مسلمانوں کے دلوں میں کھٹک رہے ہیں۔ اس میگزین کو طلباء کے لئے مفید بنایا جاویگا۔ اس کا حجم ۱۸ صفحے ہے اور چندہ سالانہ عام طلباء سے عہ

ضیاء الاسلام ایک ہفتہ وار اسلامی مذہبی پرچہ ہے۔ جو امرتسر سے شایع ہوتا ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے اندرونی جھگڑوں سے یہ اخبار علیحدہ رکھا گیا ہے چندہ سالانہ .....

صرف ۱۲/۱۶ ہے +

اگرچہ گھر کے اندر تو بائیبل کی اب کوئی قدر نہیں رہی۔ لیکن دنیا میں اب بھی اس کا بہت شور ہے بائیبل ان دی ورلڈ (یعنی دنیا میں بائیبل) ایک نیا ماہوار میگزین ہے۔ جو بائیبل سوسائیٹی لنڈن کی طرف سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ اور جس کے یہ اغراض بیان کئے گئے ہیں کہ "یہ رسالہ ماہ بماہ بائیبل سوسائیٹی کی کارروائیوں کی اطلاع دیتا رہیگا۔ جیسا جیسا کہ سوسائیٹی بغیر کسی تشریح یا نوٹ کے خدا کی کتاب کو تمام قوموں اور تمام زبانوں میں شایع کرتی جاتی ہے"۔ اسمیں شک نہیں کہ بائیبل سوسائیٹی کے پاس اس قسم کے رسالوں کے چلانے کے کافی ذرایع موجود ہیں۔ لیکن دو سوال ہیں۔ جن کا جواب امید ہے۔ سوسائیٹی کا کوئی نہ کوئی ممبر ضرور دیگا۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ کیا کلیسیا کے بڑے بڑے عہدہ دار اور عیسائیوں میں سے بڑے بڑے لوگ بائیبل کو خدا کی کتاب سمجھتے ہیں۔ اگر تنقید کے اصولوں پر چلکر عیسائی صاحبان نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ بائیبل انسانوں کی تصنیف ہے۔ اُن صاحب وحی انسانوں کی نہیں جن کی طرف وہ منسوب ہے۔ بلکہ اُس سے پچھلے زمانہ کے آنیوالے دوسرے لوگوں کی اور اگر اس کے مضامین میں اصلی اور تاریخی واقعات کی نسبت قصہ کہانیوں کی زیادہ آمیزش ہے۔ تو کیا دوسرے لوگوں کو یہ کہنا کہ بائیبل خدا کی کلام ہے صریح دھوکہ نہیں ہے۔ بائیبل کو خدا کا کلام ثابت کرنے کے لئے بائیبل سوسائیٹی نے کونسا کام کیا ہے اگر بائیبل سوسائیٹی کا وہی اعتقاد ہے جو آج کل کے بڑے بڑے عیسائی فاضلوں اور پروفیسروں کا اعتقاد ہے۔ یعنی یہ کہ بائیبل غلطیوں سے پُر ہے۔ تو بائیبل سوسائیٹی کو سوچنا چاہیئے کہ ان غلطیوں کو وہ دوسرے ملکوں میں کیوں پھیلا رہی ہے اور اگر ضروری ہی ہے تو پھر اسکا فرض ہے کہ پہلے سچائیوں کو غلطیوں سے الگ کرے اور صرف صداقتوں کی اشاعت کرے اور غلطیوں سے دنیا کو ہلاک نہ کرے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ ہم بائیبل پر کوئی حاشیہ یا نوٹ نہیں چڑھاتے اس کا کیا فائدہ۔ اصل الہامی کلام تو بائیبل سوسائیٹی کے ہاتھ میں نہیں اور جو کچھ وہ شایع کر رہی ہے وہ صرف مترجموں کا خیال ہے نہ خدا کے الفاظ۔ کیا بائیبل سوسائیٹی کے سینکڑوں بائیبلوں میں کوئی بائیبل ایسی بھی ہے۔ جو حد کا کلام کہلانے کی مستحق ہو؟ +

عظیم الشان خوشخبری

حضرت مرزا صاحب کی اپیل منظور ہوکر مقدمات کا خاتمہ اُس پیش گوئی کے مطابق ہوگیا جو جولائی سنہ ۱۹۰۳ء کے سالہ میں شایع

نقل فیصلہ عدالت اپیل بمقدمہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب

مجسٹریٹ صاحب نے واقعات مقدمہ بخوبی طور پر اپنے فیصلہ مین ظاہر کئے ہین اور ان کے مکرر بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے۔ انہون نے مرزا غلام احمد ملزم پر اثبات جرم زیر دفعہ ۵۰۰ وحکم فضلدین ملزم پر زیر دفعات ۵۰۱ و ۵۰۲ تعزیرات ہند قایم کیا ہے۔ انہون نے علیحدہ علیحدہ اپیل نمبر ۴۲۶ و نمبر ۴۲۵ داخل کی ہین اور ان کا فیصلہ یکجا ہو سکتا ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہین کہ صفحات نمبر ۱۲۹ و ۱۳۰ کتاب مواہب الرحمان کے جسکو ملزم نمبر ۱ نے تصنیف کیا اور ملزم نمبر ۲ نے شایع کیا فی نفسہ مزیل حیثیت عرفی ہین اور ہم اس امر کو بھی تسلیم کرتے ہین کہ الفاظ لئیم اور بہتان اور کذاب جن کی بابت استغاثہ کیا گیا ہے بُرے معنون مین استعمال کئے گئے ہین اور ان سے بڑی.... بھاری اخلاقی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔ ساتھ ہی ہم یہ خیال کرتے ہین کہ ملزمان مستحق بریت کے تھے۔ ملزمان کا اہم عذر یہ تھا کہ مستغیث ان ملامت آمیز الفاظ کا بوجہ مضمون مندرجہ سراج الاخبار مورخہ ۶ و ۱۳-اکتوبر کے مستحق تھا۔ مجسٹریٹ صاحب نے یہ ثابت کرنے کے لیے بہت کوشش کی ہے کہ ہتک آمیز مضمون کا ان آرٹیکلونسے کوئی تعلق نہین۔ اِسبارہ مین ہم مجسٹریٹ صاحب کے نتیجہ کو تسلیم کرنے کی کوئی وجہ نہین دیکھتے۔ مستغیث نے بیان کیا ہے کہ اس کی ازالہ حیثیت عرفی کی گئی ہے۔ ملزمان کے پاس ایسی شہادت موجود ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مستغیث کی کوئی ایسی حیثیت نہین ہے جسکا ازالہ ہوا۔ ہمکو اس شہادت کا رد کرنا بالکل ناممکن معلوم ہوتا ہے جیساکہ مجسٹریٹ صاحب نے کیا ہے کیونکہ بظاہر اس سے جرم بہت خفیف ہو جاتا ہے خواہ ملزمان یہ ثابت نہ کر سکتے کہ انہون نے یہ کارروائی نیک نیتی سے کی یا کہ اتہام افادۂ عام کے واسطے لگایا گیا تھا۔ ہم یہانتک بھی کہنے کو تیار ہین کہ اگر ملزمان کو اس وقت جبکہ انہون نے اتہام لگایا اس ثبوت کا علم نہ بھی ہوتا کہ وہ اتہام صحیح تھا اور بعد ازآن ان کو اُس امر کا علم ہوا ہو تو بھی وہ اپنے جرم کو خفیف بنانے کے واسطے اُس ثبوت کو پیش کرنے کے مجاز تھے۔ مقدمہ ہذا مین ہم نہین کہہ سکتے کہ سراج الاخبار کے مضمون کا

ملزمان کی کتاب سے کوئی تعلق نہین ہے۔ کتاب مذکور کے صفحات نمبر ۱۲۹ و ۱۳۰ پر کسی جگہ کوئی ایما نہین ہے کہ مستغیث بدینوجہ دروغ گو اور بہتان باندھنے والا اور کمینہ شخص ہے۔ کہ اس نے فوجداری استغاثہ کیا یا وہ کرے گا۔ بلکہ یہ مذکور ہے کہ ایک کمینہ شخص اور بہتان باندھنے والے شخص کے وجود کی بذریعہ الہام اطلاع ہوئی ہے اور کہ وہ چاہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اگر مستغیث محض نالش فوجداری کرنے کی وجہ سے کمینہ وغیرہ خیال کیا گیا ہوتا تو الفاظ مثلاً جھوٹے استغاثہ کرنے والا۔ اپنی قسم کو توڑنیوالا یا جھوٹے گواہان پیش کرنیوالا کی ہر ایک کو توقع ہو سکتی تھی اور جو صرف متعلق جوڈیشل کارروائی کے سمجھے جا سکتے بے شک اگر ملزمان نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہوتے تو ان کی طرف سے اپنے طریق عمل کے جواز کے لیے دیگر اقسام کی اخلاقی لغزشون کا پیش کرنا کافی نہ ہوتا مگر چونکہ صفحات نمبر ۱۲۹ و ۱۳۰ پر الفاظ محض عام معنون مین استعمال کئے گئے ہین اسواسطے ملزمان کا پورا پورا حق ہے کہ ان الفاظ کی تشریح کے لیئے وہ مضمون سراج الاخبار کیطرف توجہ دلائین اسمین کچھ شک نہین کہ فوجداری نالش ہونے کی وجہ سے ملزمان کو اپنا دبا ہوا غصہ مستغیث پر نکالنے کا موقع ملا۔ تاہم یہ ضروری نہین ہے کہ ملامت آمیز الفاظ آرٹیکلونکے باقاعدہ جواب مین استعمال کئے جانے چاہیئے تھے بلکہ یہی کافی ہے اگر عدالت مین گھسیٹے جانے پر ہر دو ملزمان کو اپنا غصہ نکالنے کے وقت پر اپنے حریف کو ان ہتک آمیز الفاظ سے جو کہ استعمال کئے گئے ہین نام زد کرنے کی کافی وجہ تھی۔ ہماری دانست مین اس پر یقین کرنا ناممکن تھا کہ ملزم نمبر ۱ کو مستغیث کا عمل جو کہ سخت ردّ و بدل سے ظاہر ہوا مدنظر نہ تھا۔ خطوط جو تین ماہ یا کچھ عرصہ پیشتر شائع کئے گئے جنسے مرزا کے دعاوی کا مضحکہ اُڑایا گیا۔ ایک نہایت ہی رنج دہ اور شدید حملہ تھے جو کہ کبھی مستغیث کی طرف سے پہلے نہین ہوا تھا اور چونکہ آرٹیکلون کی تردید نہین کی گئی ہے اور وہ مستغیث کے نام بھیجے اسلیئے عوام الناس اور ہر دو ملزمان نے طبعاً مستغیث کے آرٹیکل خیال کیئے۔ پس ہم مجسٹریٹ صاحب سے بالکل اختلاف کرتے ہین اور قرار دیتے ہین کہ ہر دو ملزمان ان الفاظ کے جواز ثابت کرنے کیلئے جو ان کی کتاب کے صفحات نمبر ۱۲۹ و نمبر ۱۳۰ پر استعمال کئے گئے ہین۔ ۶۔ و ۱۳۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء کے آرٹیکلونکے حوالہ دینے کے سراسر مستحق ہین۔ آرٹیکلونکی بابت یہ کہدینا کافی ہے کہ اُن سے ایک دانستہ منصوبہ چال بازی اور خلاف بیانی اور جعلسازی

نوٹ کیا جائے

کا ظاہر ہوتا ہے جن پر بے حیائی سے ایک عام اخبار کی سطرون مین دنیا کے سامنے فخر کیا گیا ہے - ہم خیال نہین کرتے ہین کہ ان آرٹیکلو نکا نویسندہ عدالتون سے کسی مدد حاصل کرنے کا مستحق ہے اگر ان اشخاص نے جنکا ان خطوط سے مضحکہ اڑایا گیا رنج اور غصہ مین الفاظ لئیم (کمینہ) یا بہتان یا کذاب (بڑا دروغگو) استعمال کئے ہین ہم اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہین کہ کس طرح صاحب مجسٹریٹ نے یہ قرار دینے کے بعد کہ مستغیث نے ہی یہ آرٹیکل لکھے اور نے الواقعہ اسی بنا پر اسپر ایک اور مقدمہ مین اثبات جرم قایم کیا - آرٹیکلون کی طرز تحریر پر غور نہین کی جسنے بہت ادنے درجہ کے اخلاق ظاہر ہوتے ہین - خواہ ملزمان اسوقت باقاعدہ طور پر آرٹیکلو نکا جواب دے رہے تھے یا نہ دے رہے تھے تاہم حیثیت مستغیث کا موازنہ کرنے مین آرٹیکلونکو نظر انداز کرنا ناممکن ہے اور ہمارے خیال مین ہتک آمیز الفاظ کا استعمال یہانتک درست تھا کہ ہم مستغیث کی مدد نہ کرتے اگر الفاظ مذکور کسی قدر اس سے بڑھکر بھی ہوتے - جبکہ بقول صاحب مجسٹریٹ فریقین ایکدوسرے کے جانی دشمن تھے تو اس صورت مین الفاظ کی باریک کمی بیشی کے درپے نہین ہونا چاہئیے - دوسرا امر یہ ہے کہ کیا مستغیث نے آرٹیکل لکھے - مجسٹریٹ صاحب نے قرار دیا ہے کہ اسی نے لکھے تھے - مستغیث پر اثبات جرم آرٹیکل لکھنے کی بنا پر قایم کیا گیا ہے اور اسنے ابتک اثبات جرم کی تنسیخ کے لئے (جسکو قریبًا سہ ماہ گذر چکے ہین) کوئی کارروائی نہین کی - آرٹیکلو نپر ملزم کا نام بطور نویسندہ درج ہے - اسنے تسلیم کیا ہے کہ مین اکثر اوقات سراج الاخبار مین نامہ نگاری کرتا رہا ہون - آرٹیکل ایڈیٹر نے شایع کئے تھے اور اسنے انکو مستغیث کے آرٹیکل باور کئے تھے - مستغیث نے انکی تردید کے بارہ مین یا انکے نویسندہ ہونیسے انکار کرنیکی بابت کبھی کوئی تحریر اخبار مین نہین بھیجی - اندرونی شہادت سے دلالت ہوتی ہے کہ سوائے مستغیث کے کسی اور نے ان آرٹیکلونکو تحریر نہین کیا - بیشک مرزا کا کوئی مرید ایسا کام نہین کر سکتا - نویسندہ اپنی چالاکی پر نہایت خوش معلوم ہوتا ہے اور غالبًا اس کارروائی کی عزت کسی اور کو دینا پسند نہین کرتا - مستغیث نے اس تحریر کو جو اسکی بیان کیجاتی ہے شناخت کرنے مین اسقدر ٹال مٹول کیا ہے کہ ہم اسپر کوئی اعتبار نہین رکھ سکتے - وہ ۱۶ - جولائی سنہ ۱۹۰۳ء کو رائے چندو لعل

کے روبرو یقیناً بیان نہین کر سکا کہ آیا آرٹیکل مورخہ ۶- اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء اس نے لکھا تھا اور دیگر دستاویزات کی بابت بھی یہی بیان کیا۔ سوالات جرح مین اس نے ۱۳- نومبر سنہ ۱۹۰۳ء کو تسلیم کیا تھا کہ فضلدین نے اس سے کتب مانگی تھین اور اس نے اسکے کہنے کی تعمیل کردی تھی اور وہ اسکے قبضہ مین تھین۔ فی الحقیقت اس امر پر شک کرنا قریبًا ناممکن ہے کہ واقعات مندرجہ آرٹیکل مورخہ ۶ و ۱۳- اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء سے مستغیث کا تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ اسواسطے ہمارا اتفاق دیگر عدالتہائے کی رائے سے ہے کہ مستغیث ہی ۶ و ۱۳- اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء کے آرٹیکلون مندرجہ سراج الاخبار کا نویسندہ ہے ہمارے خیال مین آخیر پر اسمین کچھ شک نہین ہو سکتا کہ یہ قرار دیا جاوے کہ ملزمان نے نیک نیتی سے کارروائی کی + مرزا کے مذہبی دعاوی کا سوال ایک پبلک دلچسپی کا سوال تھا۔ ہر ایک شخص کو مرزا کی حیثیت کا اندازہ مرزا کے اپنے خیال کے مطابق لگانا چاہیئے۔ بیشک وہ اپنے آپ کو ایک طرح سے ملہم باور کرتا ہے اور اپنے مریدون اور عوام الناس کے واسطے وہ ان اتہامات کی تردید کرنا جو خود اسکے اور اس کی مذہبی حیثیت اور اعتقادات کے برخلاف لگائے جاوین اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اگر کسی شخص کو ایسے مذہبی مباحثون مین بہت کم دلچسپی ہو تو بھی ہر ایک کو خیال کرنا چاہیئے کہ ان اشخاص کے لیئے جو ان اصولونکے پیرو ہین۔ وہ بہت وقعت رکھتے ہین۔ ہم قرار دیتے ہین کہ ملزم نمبر ۱ جہانتک اس معاملہ کا اس کی ذات سے تعلق تھا اسکے جواب مین اس امر کا بالکل مستحق تھا کہ وہ مستغیث پر ایسا اتہام لگاتا جسکو ہم نے الواقعہ راست قرار دیتے ہین اور جو کہ مستغیث کے خود اپنے عمل سے بھی ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے تاکہ عوام الناس اس امر کا اندازہ لگا سکین کہ مستغیث کے فعل اور قول کی کیا وقعت ہونی چاہیئے۔ اگر ملزم مستغیث کے سراج الاخبار کے مضامین کو تسلیم کر لیتا تو اس کی مذہبی حیثیت خطرہ مین پڑجاتی اور اگرچہ جہلم مین مقدمات قانونی ہونیکے موقعہ پر مستغیث پر حملہ کرنیکی نسبت کوئی اور بہتر اور زیادہ تر معقول طریق مضامین کی تردید کرنیکا ملزم کو ملسکتا تھا مگر پھر بھی ملزم کسی خاص طریقہ یا وقت یا جگہ کا پابند نہین کیا جا سکتا۔ اور بیشک وہ علانیہ بمقام جہلم حملہ کرنیمین جسجگہ کھلے طور پر اسکا مضحکہ اڑایا گیا تھا درستی پر تھا۔ یہ دیکھ کر کہ کس طرح سے... عدالتہائے نے بالاتفاق قرار دیا ہے کہ مستغیث نے ہی وہ آرٹیکل لکھے تھے۔ یہ اغلب نہین ہے کہ

المرقوم ۷- جنوری سنہ ۱۹۰۵ء- دستخط مسٹر اے۔ ای۔ ہری صاحب بہادر سیشن جج قسمت امرتسر بحروف انگریزی +

فی الحقیقت ملزمان کو اس معاملہ کی بابت علم نہ ہو اور کہ کبھی خواہ کبھی تھوڑے عرصہ کیواسطے کوئی شک انکے دل مین پیدا ہوا ہو۔ پس ہم قرار دیتے ہین کہ ملزمان کی حفاظت استغاثہ

حضرت اقدسؑ کا مبارک ارشاد

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رسالہ میگزین کی کثرت اشاعت کی یہانتک تاکید فرمائی تھی کہ اس کی رو سے کوئی اپنی جماعت احمدیہ کا بھائی خواہ خواندہ ہو یا ناخواندہ اور خواہ کسی حیثیت کا ہو اسکی خریداری سے محروم نہ رہتا۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ کے مبارک ارشاد کے بجنسہ تاکیدی الفاظ یہ تھے "میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جوانمردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اعانت مالی امداد میں جہانتک ان سے ممکن ہے اپنی ہمت دکھلاویں اور اس خدمت میں جان توڑ کوشش کریں"۔ اس پر ہی اکتفا نہیں فرمائی۔ بلکہ ساتھ ہی ظاہر فرمایا کہ "اگر بیعت کرنے والے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو دس ہزار خریدار کا پیدا ہونا کوئی بڑی بات نہیں ہے بلکہ جماعت موجودہ کے لحاظ سے یہ تعداد خریداری بہت کم ہے"۔ اور واقعی بات بھی بہت صاف تھی۔ کیونکہ اپنی دو لاکھ سے بڑھی ہوئی جماعت احمدیہ میں سے پانچ فیصدی احباب بھی کم از کم فی کس ایک ایک رسالہ کے خریدار بنتے تو تعداد خریداری کہیں دس ہزار سے بھی بڑھ جاتی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اپنے جملہ بھائیوں کے کانوں تک حضرت اقدسؑ کے مبارک ارشاد کے یہ تاکیدی الفاظ نہیں پہنچے۔ چونکہ حضرت اقدسؑ کی فرمائی ہوئی تعداد تک رسالہ کی تعداد خریداری پہنچنے میں ابھی بہت دیر ہے اس لئے ہر ایک بھائی کا فرض ہونا چاہئے کہ اس حکم سنتے ہی مطابع ہو کر فوراً خریدار بنے اور دیگر بھائیوں کو اس حکم کے پہنچانے اور دیگر خریدار پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اور جن احباب وصیت وغیرہ خریداری کے علاوہ اعانت مالی بھی حسب توفیق حصہ وافر لے کر ثواب عظیم و دارین حاصل کریں۔ خدا کرے اپنے جملہ برادران کے دل حضرت اقدس کے حکم کی فوری تعمیل کے لئے جوش سے بھر جاویں +

مینجر میگزین

اطلاع ضروری

(۱) بموجب قواعد رسالہ میگزین کا زرچندہ حتے الوسع بجز کسی خاص حالات کے پیشگی وصول ہونا چاہئے۔ اس قاعدہ پر عمل کرنے کی صورت میں خریداران و دفتر ہذا کے مابین حساب بالکل صاف رہتا ہے حساب میں کسی قسم کی پیچیدگی واقع نہیں ہوتی۔ اور پیشگی وصولی میں ایک گونہ کارخانہ ہذا کو بھی امداد ہے اسواسطے جملہ خریداران بیباقی حساب میں ہماری مدد کرکے عنداللہ ماجور ہوں۔ سابقہ بقایا کی رقوم کو جلد تر بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماویں۔ ورنہ وی۔ پی کے پہنچنے پر رقوم کی ادائیگی کو تعویق میں نہ ڈالیں +

(۲) ترسیل روپیہ یا خط کتابت کرتے وقت خریدار اپنا نمبر خریداری ضرور لکھ دیا کریں۔ صورت میں شکایت توقف یا عدم تعمیل یا عدم جواب بیجا تصور ہوگی +

(۳) جملہ خط و کتابت متعلق میگزین بنام مینجر صاحب میگزین ہونی چاہئے نہ کسی مالک یا مینجر مطبع یا کسی دیگر صاحب کے نام کیونکہ اس سے حرج و تعطل کام کا احتمال ہے +

مینجر میگزین

کبریت احمر ایجیون لوٹی کے استعمال سے ایک مہینے میں تین سیر خون صالح مادہ بدن انسان پیدا ہوتا ہے جو جوانی کی طاقت مدت العمر قائم رہتی ہے استعمال کرنے سے پہلے اور بعد بدن کو وزن کرو اور آزماؤ اس سے بڑھکر **مبہی مولد خون صالح مشتہی بدن کو مضبوط اور خوشرنگ بنانے** اور چہرے کی سرخی اصلی طاقت و توانائی تازگی پیدا کرنیوالی دوائی ایسی آجتک ایجاد نہیں ہوئی۔ اس کا اثر ان اعضاء پر جن پر نسل انسان کی پیدائش کا انحصار ہے بالخصوص نہایت قوی ہوتا ہے وہ خوشی جو عورت و مرد کی معاشرت سے وابستہ ہے اس سے فی الفور حاصل ہوتی ہے **کبریت احمر** اس کا نام اسی لئے رکھا گیا ہے کہ یہ دوا اعضائے تولید کے پژمردہ قوے کو از سر نو بحال کرنیکے ساتھ زندگی کو کیمیا بنا دیتی ہے قیمت فیشیشی **روغن وردگردہ**۔ دردگردہ کے دورے اور تکلیفیں ایسی سخت ہوتی ہیں کہ الامان یہ عجیب و غریب روغن دردگردہ میں خاص کر جب درد کنکری کی وجہ سے ہو اکسیر کا کام دیتا ہے چھوٹے چھوٹے سنگریزوں کو توڑکر اور ریزہ ریزہ کرکے نہایت سہولت سے خارج کر دیتا ہے تمام کنکری اور ریت نکلکر دردگردہ کی نوبت پھر نہیں ہوتی۔ قیمت فیشیشی عہ ۱۲ ر

عجیب و غریب مرہم المعروف مرہم عیسےٰ۔ اگر آپ دنیا بھر میں سب سے اچھا پُر تاثیر بہترین ہر قسم کے زخموں جراحتوں چوٹوں گلٹیوں خنازیر سرطان طاعون اور ہر قسم کے خبیث زہریلے پھوڑوں پھنسیوں ناسوروں گنج۔ خارش بواسیر اور طرح طرح کی جلد کی بیماریوں ہاتھوں کے سردی سے پھٹ جانے جانوروں کے کاٹ لینے جلجانے اور عورتوں کے خطرناک امراض سرطان رحم وغیرہ کے لئے ہزارہا سال کا مجرب مقدس ہر طبقہ اور ہر زمانہ کے حکما کا متفقہ بابرکت علاج چاہتے ہیں۔ تو یہ مبارک مرہم اس کارخانہ سے منگائیے جو اس کو خالص اجزا سے تیار کرنے کا ذمہ وار ہے طبی جہان اسکی کامیاب تاثیرات کا ممنون ہے یہ مشہور آفاق مرہم سوائے کارخانہ مرہم عیسےٰ کے دنیا بھر میں اور کہیں نہیں بنتا قیمت فی ڈبیہ خورد ۱۲ ر - فی ڈبیہ کلان عہ ۲ +

عمدۃ التقویم سنہ ۱۹۰۴ء مفت	**حکیم محمد حسین اینڈ برادرز مالکان کارخانہ مرہم عیسےٰ لوئر لاہور سے طلب کرو**	رسالہ آئینہ صحت نما مفت

مدرسہ تعلیم الاسلام

برادران السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عید الضحےٰ کا مبارک دن قریب آتا ہے اس واسطے چندہ عید فنڈ اور کھال قربانی اور رقم زکوٰۃ و خیرات برائے مساکین و یتامےٰ و جنرل فنڈ مدرسہ کے واسطے بر موقعہ ادا دلایا جاتا ہے کہ تمام احباب اپنے اپنے گھر سے رقوم جمع کر کے جسقدر جلد ممکن ہو سکے بنام مہتمم مدرسہ ارسام فرماویں۔ کالج بننے اور مدرسہ کے سرکاری منظور ہو جانے کی وجہ سے عمارت اور سامان اور ملازمین مدرسہ اور وظائف غربا اور کتب خانہ وغیرہ امور کے لئے بہت سے فنڈ کی ضرورت ہے جس کا جمع ہونا آپ صاحبان کی توجہ کو چاہتا ہے +

مفتی محمد صادق سپرنٹنڈنٹ و قائمقام ڈائرکٹر کالج و سکول تعلیم الاسلام قادیان

مفتی محمد صادق نے اپنے مطبع انوار الاسلام میں چھاپا